3

ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور

19 تا 25 جنوری 2006ء

www.tanzeem.org

اس شمارے میں

امریکی بربریت اور صدر مشرف

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

جسٹس عبدالقادر عودہؒ شہید

تنظیم اسلامی کے زیراہتمام
فحاشی وعریانی کے خلاف ملک گیر مظاہرے

یادوں کی تسبیح (17)

امریکی سینیٹر جان میک کین کا دعویٰ

مولانا سید وصی مظہر ندوی (مرحوم)

تفہیم المسائل

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

عالم اسلام

ظاہر و باطن کی یکسانیت

انسان کا سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، ایک طرف اس کا سینہ ایمان ویقین سے اور اس کا دل لازوال محبت سے معمور ہو اور دوسری طرف اس کی زبان اس کے دل کی ہمنوا اور اس کا عمل ان جذبات وکیفیات کی تصدیق کر رہا ہو۔ اگر یہ بات کسی انسان کو حاصل ہو جائے تو اس کے ہر قول وعمل اور اس کی ہر تقریر و تحریر میں ایک ایسی کشش اور دلآویزی پیدا ہو جائے گی جس کی تعبیر الفاظ سے نہیں کی جا سکے گی، لیکن اس کی مٹھاس ہر شخص محسوس کرے گا اور اسے ایسا معلوم ہوگا کہ جیسے کسی نے اس کے دل کی بات کہہ دی ہے یا اس کی گم شدہ دولت اس کو واپس مل گئی ہے۔

اغراض کی اس دنیا میں جہاں لوگ صرف مصلحت شناسی اور لین دین کے مفہوم سے آشنا ہیں یہ صدا ضرور نامانوس ہے لیکن اب بھی اس میں دلوں کو فتح کرنے اور اقوام عالم کو مسخر کرنے کی پوری طاقت موجود ہے۔ مادیت کے کچلے ہوئے اور اغراض و خواہشات کے بوجھ تلے دبے ہوئے انسانوں کے لیے اگر اب بھی کوئی شے دلآویزی اور قیمت رکھتی ہے تو وہ یہی ایمان ویقین کی طاقت اور ظاہر و باطن کی یکسانیت ہے۔

مولانا محمد الحسنیؒ

الھدیٰ (218)

سورۃ النساء (آیات 90-91)

ڈاکٹر اسرار احمد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ مِّیْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ اَنْ یُّقَاتِلُوْکُمْ اَوْ یُقَاتِلُوْا قَوْمَھُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَسَلَّطَھُمْ عَلَیْکُمْ فَلَقٰتَلُوْکُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْکُمْ فَلَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ وَاَلْقَوْا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمْ عَلَیْھِمْ سَبِیْلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِیْنَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّاْمَنُوْکُمْ وَیَاْمَنُوْا قَوْمَھُمْ ؕ کُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَی الْفِتْنَۃِ اُرْکِسُوْا فِیْھَا ۚ فَاِنْ لَّمْ یَعْتَزِلُوْکُمْ وَیُلْقُوْٓا اِلَیْکُمُ السَّلَمَ وَیَکُفُّوْٓا اَیْدِیَھُمْ فَخُذُوْھُمْ وَاقْتُلُوْھُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْھُمْ ؕ وَاُولٰٓئِکُمْ جَعَلْنَا لَکُمْ عَلَیْھِمْ سُلْطٰنًا مُّبِیْنًا ﴿۹۱﴾

''مگر جو لوگ ایسے لوگوں سے جا ملے ہوں جن میں اور تم میں (صلح کا) عہد ہو یا اس حال میں کہ اُن کے دل تمہارے ساتھ یا اپنی قوم کے ساتھ لڑنے سے رُک گئے ہوں تمہارے پاس آ جائیں (تو احتراز ضرور نہیں) اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کو تم پر غالب کر دیتا تو وہ تم سے ضرور لڑتے۔ پھر اگر وہ تم سے (جنگ کرنے سے) کنارہ کشی کریں اور لڑیں نہیں اور تمہاری طرف صلح (کا پیغام) بھیجیں تو اللہ نے تمہارے لیے اُن پر (زبردستی کرنے کی) کوئی سبیل مقرر نہیں کی۔ تم کچھ اور لوگ ایسے بھی پاؤ گے جو یہ چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں' لیکن جب فتنہ انگیزی کو بلائے جائیں تو اس میں اوندھے منہ گر پڑیں۔ تو ایسے لوگ اگر تم سے (لڑنے سے) کنارہ کشی نہ کریں اور نہ تمہاری طرف (پیغام) صلح بھیجیں اور نہ اپنے ہاتھوں کو روکیں تو اُن کو پکڑ لو اور جہاں پاؤ قتل کر دو۔ ان لوگوں کے مقابلے میں ہم نے تمہارے لیے سند صریح مقرر کر دی ہے۔''

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرض تھی' بلکہ یہ ایمان کی آزمائش تھی۔ چنانچہ جنہوں نے ہجرت نہیں کی انہیں منافق قرار دیا گیا اور حکم دیا گیا کہ ایسے لوگ جہاں کہیں ملیں پکڑو اور قتل کرو۔ وہ اس قابل نہیں ہیں کہ اُن کو دوست یا حمایتی سمجھا جائے۔ اب یہاں دو استثناء آ رہے ہیں' (1) جس قبیلے کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے اُس کے اندر جو منافقین ہیں اُن پر یہ حکم صادر نہیں ہوگا۔ (2) وہ لوگ جو کہہ رہے تھے کہ حضور ﷺ ہمیں بس قبول کر لیجئے' ہم آپ کے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑنے کی ہمت نہیں رکھتے مگر وعدہ کرتے ہیں کہ آپ کے خلاف اپنی قوم کی بھی مدد نہیں کریں گے' ایسے لوگوں کو بھی برداشت کرنے کا حکم دیا گیا۔

فرمایا کہ اے مسلمانوں یہ بھی ہو سکتا تھا کہ اگر اللہ چاہتا تو انہیں تمہارے اوپر مسلط کر دیتا اور وہ تمہارے خلاف قتال کرتے۔ اب اگر انہوں نے تمہیں چھوڑ دیا ہے اور وہ تم سے جنگ نہیں کر رہے ہیں بلکہ تمہاری طرف صلح کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں تو ایسے لوگوں کے خلاف اقدام کرنے کی اللہ نے تمہیں اجازت نہیں دی۔ اگرچہ قاعدہ یہی رہے گا کہ ہجرت نہ کرنے والے کافروں کے حکم میں ہیں۔

اس کے علاوہ تمہیں ایک اور گروہ سے بھی سابقہ پڑے گا۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی مامون رہیں۔ وہ جھگڑے میں نہیں آنا چاہتے۔ لیکن جب کہیں آزمائش کا وقت آتا ہے تو وہ اس کے اندر اوندھے ہو جاتے ہیں۔ جب اپنی قوم کا پلڑا بھاری دیکھتے ہیں تو مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں کہ فتح ہوگی اور مال غنیمت میں سے حصہ ملے گا۔ تو اے مسلمانوں اگر ایسے لوگ تمہارے خلاف لڑنے سے باز نہیں آتے اور نہ ہی تمہاری طرف صلح کا ہاتھ بڑھاتے ہیں اور نہ ہی اپنے ہاتھ روکتے ہیں تو ایسوں کو بھی جہاں پاؤ پکڑو اور قتل کرو۔ کیونکہ انہوں نے ایک معاہدہ کیا تھا۔ اب انہوں نے معاہدہ توڑا' غداری کی' تو ایسوں کو جو امان حاصل تھی وہ ختم ہو چکی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایسے لوگوں کے خلاف ہم نے تمہیں واضح دلیل اور سند عطا کر دی ہے کہ تم ان کے خلاف کھلا اقدام کر سکتے ہو۔

فرمانِ نبویؐ

صفِ اوّل کی فضیلت

چودھری رحمت اللہ بٹر

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((لَوْ یَعْلَمُ النَّاسُ مَافِی النِّدَآءِ وَالصَّفِّ الْاَوَّلِ ثُمَّ لَمْ یَجِدُوْا اِلَّا اَنْ یَّسْتَھِمُوْا عَلَیْہِ لَاسْتَھَمُوْا)) (متفق علیہ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''لوگوں کو اذان اور صف اول کے ثواب کا علم ہو جائے اور اس کے حصول کے لیے بجز قرعہ اندازی کوئی صورت بھی نہ ہو تو وہ قرعہ اندازی سے بھی گریز نہ کریں!''

اسلام میں نظم و ضبط کی بڑی اہمیت ہے۔ نماز باجماعت میں شریک ہونے والوں کو چاہیے کہ پہلے صف اول کو پورا کریں تاکہ بہت ثواب پائیں۔ صف اول کا ثواب اتنا زیادہ ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی مقدار معلوم ہو جائے تو قرعہ اندازی کے ذریعے پہلی صف میں جگہ حاصل کرنے لگیں۔ اسی طرح اذان دینا بھی فضیلت کی بات ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیمo

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

امریکی بربریت اور صدر مشرف

امریکہ نے پاکستان کے علاقے باجوڑ ایجنسی کے ایک گاؤں ڈومہ ڈولہ پر میزائل سے حملہ کر کے اٹھارہ بے گناہ شہریوں کو ہلاک کر دیا ہے جن میں اکثریت عورتوں اور بچوں کی ہے۔ پاکستانی حکومت نے امریکہ کے سفیر کو وزارتِ خارجہ میں طلب کر کے احتجاج کرنے کی رسمی کارروائی کی ہے۔ امریکہ کا موقف یہ ہے کہ ہماری اطلاع کے مطابق یہاں اُسامہ بن لادن کا دستِ راست ایمن الظواہری پناہ لیے ہوئے تھا۔ واشنگٹن پوسٹ کی رپورٹ ہے کہ باجوڑ پر حملے میں پاکستانی انٹیلی جنس بھی پوری طرح ملوث ہے۔ کیونکہ دونوں ممالک روزانہ کی بنیاد پر انٹیلی جنس معلومات کا تبادلہ کرتے ہیں۔ ری پبلکن پارٹی کے سینٹر جان مگ کین نے کہا ہے کہ ہم مستقبل میں بھی یہ گارنٹی نہیں دے سکتے کہ پاکستان کے اندر حملے نہیں کیے جائیں گے۔ متاثرہ علاقے کے لوگوں کا کہنا ہے کہ علاقے میں کوئی ملکی یا غیر ملکی مہمان نہیں آیا ہوا تھا' اور ہلاک ہونے والے سب مقامی لوگ تھے۔ اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ باجوڑ وزیرستان سے بہت دور اور پشاور کے قریب ہے۔

اِن نکات کو یکجا کیا جائے تو آسانی سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ امریکہ پاکستان کو صفِ اول کا اتحادی کہنے کے باوجود پاکستان کو ناقابلِ اعتماد سمجھتا ہے۔ علاوہ ازیں دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ پیشگی حملہ کے اصول پر سختی سے کاربند ہے اور وہ اِس معاملہ میں کسی کو استثناد دینے کو تیار نہیں اور وہ مستقبل میں بھی اِس فارمولے کو آزمانے سے نہیں ہچکچائے گا۔ ہماری رائے میں معاملہ کچھ مختلف ہے۔ امریکہ ایران کی ایٹمی تنصیبات کو براہ راست یا بذریعہ اسرائیل تباہ کرنے کا تہیہ کر چکا ہے۔ اِس کارروائی میں وہ پاکستان سے وہی مدد اور تعاون حاصل کرنا چاہتا ہے جو افغانستان پر حملہ کے دوران حاصل کیا گیا تھا۔ پاکستانی حکومت اندرونی سیاسی ماحول اور علاقائی حالات کی وجہ سے اُس تعاون سے گریز کر رہی ہے۔ پاکستان میں کثیر تعداد میں اہلِ تشیع ہیں اور اہلِ ایران اُن کے ہم مسلک ہیں۔ پھر یہ کہ عمومی طور پر بھی امریکہ کے خلاف ملک میں شدید نفرت پائی جاتی ہے۔ لہٰذا اِس بات کہ امکانات ہیں کہ حکومت حالات کو کنٹرول نہ کر سکے۔ چنانچہ پاکستان کی حکومت اور عوام دونوں کو خوفزدہ کرنے کے لیے یہ کارروائی کی گئی ہے۔ اور اِس نظریہ کی ایک عملی جھلک دکھائی گئی ہے کہ جو ہمارا اتحادی نہیں وہ ہمارا دشمن ہے۔

واشنگٹن پوسٹ ایک خالص یہودی اخبار ہے۔ اُس کا یہ کہنا کہ پاکستانی انٹیلی جنس اِس حملہ میں ملوث تھی' واضح بلیک میلنگ ہے۔ اِس کے ساتھ ہی صدر مشرف کو ذاتی اقتدار کے حوالہ سے کوئی آفر کی جائے گی اور سٹک اور کیرٹ کا کھیل جاری رہے گا۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ ہمارے فوجی حکمران کی آنکھیں کب کھلیں گی۔ ہم پورے یقین اور انشراح صدر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ امریکہ پاکستان کا ہی نہیں صدر مشرف کا بھی دوست نہیں ہے۔ ضیاالحق نے بھی امریکہ کی خدمت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی لیکن کام نکالنے کے بعد امریکہ نے اُسے زندہ جلانے سے دریغ نہ کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ قدم بہ قدم پیچھے ہٹنے والا جب دیوار سے لگ جاتا ہے تو اندھی قوتیں دیوانہ وار قہقہے لگاتے ہوئے اُسے عبرت ناک انجام سے دوچار کر دیتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ ایٹمی قوت بننے کے خواہشمند ایران کو جو اسلام دشمن قوتیں برداشت نہیں کر رہی ہیں' وہ ایٹمی قوت کے حامل پاکستان سے کیسے صرفِ نظر کریں گی۔ یہ توقع کرنا کہ اگر ہم امریکہ کے اتحادی بنے رہے تو اُس کی نگاہ کرم ہم پر جمی رہے گی' نری حماقت اور جہالت ہے۔ معمولی سوجھ بوجھ رکھنے والا عام شہری بھی سپر پاور اور پھر سپریم پاور بننے کے بعد امریکی رویے کا جائزہ لے تو وہ اِس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ امریکیوں کو صرف اور صرف اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے۔ کسی معاہدے' اخلاقی تقاضے اور جمہوری رویے کے وہ پابند نہیں۔ کسی نے درست کہا ہے کہ امریکہ کی دوستی اُس کی دشمنی سے زیادہ خطرناک ہے۔

(باقی صفحہ 15 پر)

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 15 — 19 تا 25 جنوری 2006ء — شمارہ 3
18 تا 24 ذوالحجہ 1426ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیرِ مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' **طابع**: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 6366638 - 6316638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 03-5869501

قیمت فی شمارہ 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

آٹھویں غزل

(بالِ جبریل' حصّہ دوم)

مسلماں کے لہو میں ہے سلیقہ دل نوازی کا — مروّت حسنِ عالمگیر ہے مردانِ غازی کا
شکایت ہے مجھے یارب! خداوندانِ مکتب سے — سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا!
بہت مدّت کے نخچیروں کا اندازِ نگہ بدلا — کہ میں نے فاش کر ڈالا طریقہ شاہبازی کا!
قلندر جز دو حرف لا الٰہ کچھ بھی نہیں رکھتا — فقیہہِ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا
حدیثِ بادہ و مینا و جام آتی نہیں مجھ کو — نہ کر خارا شگافوں سے تقاضا شیشہ سازی کا
کہاں سے تو نے اے اقبال سیکھی ہے یہ درویشی — کہ چرچا پادشاہوں میں ہے تیری بے نیازی کا!

1۔ اِس غزلِ مُسلسل کے چھ اشعار کے بارے میں علامہ اقبال نے خود فرمایا ہے کہ یہ کابل کے دورانِ قیام تخلیقی سطح پر وجود میں آئے۔ پہلے شعر میں فرماتے ہیں کہ مسلمان کی یہ فطرت ہے اور یہ خصوصیت اُس کے لہو میں شامل ہے کہ ہر شخص کے ساتھ خلوص و محبت کے ساتھ پیش آئے۔ یہی نہیں' بلکہ عالمی سطح پر بھی ہر فرد کے ساتھ مروت سے پیش آنا اُس کا نصب العین ہے' اور یہی مردِ غازی کی پہچان ہے کہ اُس میں مروّت کی شان پیدا ہو جاتی ہے۔

مروت: انسان کی بہت اعلیٰ اخلاقی صفات کے لیے ایک جامع لفظ ہے جو شرافتِ نفس' جود و سخا' ہمدردی' ایثار اور مہمان نوازی وغیرہ پر مشتمل ہے۔

2۔ اقبال درس گاہوں کے معلمین کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے شکوہ کر رہے ہیں کہ یہ لوگ شاہین صفت بچوں کو ایسا سبق دے رہے ہیں جو انہیں پستی میں دھکیل رہا ہے۔ بالفاظِ دیگر اقبال مالکِ حقیقی سے مخاطب ہوتے ہوئے مروجہ نظامِ تعلیم اور اس سے متعلق کار پردازاں کی نااہلی کی شکایت کر رہے ہیں کہ عملاً وہ مسلمان بچوں کو پستی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

شاہین ایک مشہور شکاری پرندہ ہے جو بلند پرواز ہوتا ہے۔ اپنا رزق خود اپنی قوتِ بازو سے مہیا کرتا ہے' تیز نظر ہوتا ہے' آزاد زندگی بسر کرتا ہے۔ چونکہ یہ سب مومنانہ صفات ہیں' اس لیے اقبال نے لفظ شاہین کو اصطلاح بنا لیا ہے' وہ مسلمان کو بالخصوص نوجوانوں کو شاہین سے تشبیہ دیا کرتے ہیں۔ خاکباز: وہ شخص جو پست ہمت ہو' مادیات میں گرفتار ہو۔ خاکبازی شاہین یعنی مسلمان کی فطرت کے خلاف ہے۔

3۔ مسلمان صدیوں سے غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہیں' لیکن میں نے انہیں دنیا میں سربلندی اور کامرانی کا طریقہ سکھا دیا ہے' اس لیے اُن کے دل میں آزادی کی تڑپ پیدا ہو گئی ہے۔ نخچیر: لغوی معنی اُس جانور کے ہیں جسے صیاد شکار کرتا ہے۔ یہاں مراد ہے مسلمان جو انگریزی کی غلامی میں ہے۔ طریقِ شاہبازی سے مراد ہے' غلبہ' قدرت یا حکومت حاصل کرنے کا طریقہ۔

4۔ قلندر بھی شاہین یا شاہباز کی طرح اقبال کی اصطلاح ہے۔ اس سے مراد ہے مردِ مومن جو اپنے اندر شانِ فقر رکھتا ہے۔ فقیہہ سے مراد ہے وہ عالمِ دین جو تزکیۂ نفس کی بجائے اپنا وقت منطقی موشگافیوں میں بسر کرتا ہے' جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ دینی مسائل میں تو ماہر ہو جاتا ہے لیکن جہاد کا جذبہ اُس کے دل میں پیدا نہیں ہوتا۔

فقیہہ پر طعن کرنے سے فقہ یا فقیہہ کی تحقیر مقصود نہیں ہے' بلکہ فقیہہ سے یہاں وہ ذہنیت مراد ہے جس کی وجہ سے انسان' فقہی مسائل میں اس قدر منہمک ہو جائے کہ حقیقت یا مقصدِ حیات اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔ اگر ایک شخص ساری عُمر فقہی مسائل میں اُلجھا رہے' اور جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ نہ لے تو مقصدِ حیات یقیناً فوت ہو جائے گا۔ اقبال کہتے ہیں کہ جہاد کے لیے لغت ہائے حجازی کے ذخیرے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر مسلمان صرف لا اِلٰہ الا اللہ کا مطلب سمجھ لے تو اس کے اندر جہاد کا جذبہ پیدا ہو سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ قلندر اور فقیہہ مختلف رجحانِ فکر کے نمائندے ہیں۔ قلندر وہ ہے جو باتیں کم کرے اور اپنی ساری توجہ جہاد کی تیاری پر مبذول کرے۔ فقیہہ سے مراد اِس شعر میں وہ شخص ہے جو باتیں بہت زیادہ کرے اور جہاد سے کوسوں دُور رہے۔

5۔ اقبال کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم کو جہاد فی سبیل اللہ کا درس دے رہا ہوں' اس لیے میری شاعری میں بادہ و مینا و جام کا تذکرہ نہیں ملے گا۔ میں قوم کو جفاکشی اور خارا شگافی کی تعلیم دے رہا ہوں۔ شیشہ سازی کا فن نہیں سکھا سکتا۔

خارا شگافی اور شیشہ سازی بھی زندگی کی دو مختلف قسمیں ہیں۔ اقبال نے اِس کے لغوی معنی مراد نہیں لیے ہیں۔ خارا شگافی سے مراد ہے مجاہدانہ زندگی جو مسلمان کا طغرائے امتیاز ہے' اور شیشہ سازی سے مراد ہے' راحت اور آرام و آسائش کی زندگی جو سراسر غیر اسلامی ہے۔

6۔ اِس شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اندر شانِ فقر پیدا کر لے تو وہ بادشاہوں کی ملاقات سے بے نیاز ہو جائے گا' بلکہ شاہانِ وقت اُس کی بے نیازی پر رشک کریں گے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کی زندگی اس شعر کی صداقت پر شاہد ہے۔ آپ نے کئی بادشاہوں کا زمانہ دیکھا' لیکن اُن کے دربار میں جانا تو بڑی بات ہے' کبھی اُن کو اپنے دربار میں آنے کی اجازت نہیں دی۔ سلطان علاء الدین خلجی (وفات 1316ء) اِس جاہ و جلال کا حکمران گزرا ہے کہ سارا برصغیر اُس کے زیرِ نگین تھا' لیکن جب اُس نے حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہونا چاہا تو آپ نے کہلا بھیجا کہ میری ملاقات سے بادشاہ کا مقصد اِس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ مجھ سے دُعا کی درخواست کرے' چونکہ میں اُس کی درخواست کے بغیر خود اُس کے لیے دُعائے خیر کرتا رہتا ہوں' اس لیے ملاقات کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر علاء الدین نے دوبارہ کہلا بھیجا کہ اگر آپ مجھے حاضری کی اجازت نہیں دیں گے تو میں بلا اجازت حاضر ہو جاؤں گا۔ اس پر حضرت موصوف نے یہ کہلا بھیجا کہ فقیر کے مکان میں دو دروازے ہیں۔ اگر بادشاہ ایک دروازے سے داخل ہو گا تو میں دوسرے دروازے سے باہر نکل جاؤں گا۔ مناسب یہی ہے کہ بادشاہ مجھ سے ملنے نہ آئے۔ یہ جواب سُن کر علاؤ الدین خلجی اپنے ارادے سے باز رہا۔ اب قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کیا خلجی کے دربار میں نظام الدین اولیاؒ کی بے نیازی کا چرچا نہیں ہوا ہوگا؟

عیدالاضحیٰ اور فلسفۂ قربانی

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں' امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کا نماز عیدالاضحیٰ کے اجتماع سے خطاب

سورۃ الصافات کی آیات 100 تا 111 کی تلاوت اور خطبہ مسنونہ کے بعد فرمایا: حضرات محترم! آج ہم یہاں عیدالاضحیٰ کی نماز کے لیے جمع ہوئے ہیں۔ عیدالاضحیٰ اسلام کے دو عظیم تہواروں میں سے ایک تہوار ہے' جسے نہایت باوقار انداز میں منایا جاتا ہے۔ اسلامی تہوار متانت' سنجیدگی' وقار کا بہترین شاہکار ہیں۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہؓ نے اس کی مثالیں قائم کی ہیں۔ اقبال کا شعر ہے۔

شکوۂ عید کا منکر نہیں ہوں میں لیکن
قبولِ حق ہیں فقط مردِ حُر کی تکبیریں

پس شکوۂ عید بجا سہی مگر عیدالاضحیٰ سنجیدگی اور وقار کی بھی متقاضی ہے۔ اس دن کے ساتھ ایک عظیم قربانی وابستہ ہے۔ یہ روز سعید قربانی کا وہ عظیم واقعہ یاد دلاتا ہے جو دراصل اسلام کی روح کا پتہ دیتا ہے۔ اسلام کی روح کیا ہے' یہ ہمارے سامنے ہونا ضروری ہے۔ ہم مسلمان ہیں' ہم اسلام کے نام لیوا ہیں۔ ہمارا دین اسلام ہے۔ اسلام کا مطلب ہے: اللہ کے ہر حکم کے آگے سرتسلیم خم کر دینا' اور اس کی روح یہ ہے کہ انسان کا ہر عمل اور اس کی پسند و ناپسند اللہ کی مرضی کے تابع ہو جائے۔ اللہ کے حکم کی تعمیل اور اس کی رضامندی کی خاطر وہ بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے ہر وقت تیار رہے' یہاں تک کہ اپنی عزیز ترین متاع کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کرے۔ یہ ہے اصل روح اسلام۔ چنانچہ اسی طرزِ عمل کا عظیم مظاہرہ تاریخ انسانی میں آج سے ساڑھے چار ہزار برس قبل ہوا' جب سو سالہ بوڑھے والد حضرت ابراہیم خلیل اللہ اپنے لختِ جگر کو اللہ کے اشارے پر قربان کرنے کی نیت سے منیٰ کی وادی میں لے گئے اور اُن کی گردن پر چھری چلا دی تھی۔

اس واقعہ کا ذکر سورۃ الصافات میں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بڑھاپے میں صالح بیٹے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تھی۔ آپ کی دعا کے الفاظ یہ ہیں:

﴿رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ o﴾ (آیت:100)

''اے رب بخش دے مجھ کو کوئی نیک بیٹا''۔

آپ کی دعا قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ o﴾ (آیت:101)

''پھر ہم نے اس کو خوشخبری دی ایک لڑکے کی جو ہوگا تحمل والا''۔

چنانچہ 87 برس کی عمر میں آپ کے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی ولادت ہوئی۔ جب بیٹا تیرہ سال کا ہوا اور آپؑ کی عمر سو سال ہوئی' آپ کو خواب میں اشارہ ملا کہ بیٹے کو ذبح کر دو۔ بیٹے سے بات ہوئی۔ اس نے بھی کہا: ابا جان جو حکم ہو سر آنکھوں پر۔ باپ بیٹے کا سوال اور جواب بایں الفاظ نقل ہوا:

﴿فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰی قَالَ یٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ o﴾ (آیت:102)

''پھر جب پہنچا اُس کے ساتھ دوڑنے کو' کہا (ابراہیم نے) اے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھ کو ذبح کرتا ہوں' پھر دیکھ تو تیری کیا رائے ہے؟ بولے (اسمٰعیلؑ) اے باپ! کر ڈال جو تجھ کو حکم ہوتا ہے تو ان شاء اللہ مجھ کو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا''۔

آگے الفاظ آئے ہیں: ﴿فَلَمَّآ اَسْلَمَا......﴾ ''جب (باپ بیٹا) دونوں نے اسلام کی روش اختیار کی یعنی سرتسلیم خم کر دیا''۔ ''اَسْلَمَا'' کا لفظ باب افعال سے تثنیہ مذکر غائب' ماضی معروف کا صیغہ ہے۔ اسی سے مصدر ''اسلام'' آتا ہے۔ جس کے معنی ہیں: فرماں برداری' اطاعت گزاری' سرتسلیم خم کر دینا' اور اللہ کے احکام کی کامل اتباع۔ ﴿وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ o﴾ ''اور باپ نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑ دیا (ذبح کرنے کے لیے)''۔ روایات میں آتا ہے کہ چھری بھی چلا دی تھی' لیکن اللہ کو بس امتحان لینا مقصود تھا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَنَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰٓاِبْرٰهِیْمُ o قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ o﴾ (آیات:104-105)

''ہم نے اُس کو یوں پکارا کہ اے ابراہیم! تو نے (اپنا) خواب سچ کر دکھایا۔ ہم یوں ہی بدلہ دیتے ہیں احسان کرنے والوں کو''۔

گویا تم اپنے امتحان میں کامیاب ہو گئے' بلکہ تمہیں اس شان سے کامیابی ملی ہے' کہ خود اللہ تعالیٰ نے تحسین کی' اور آپ کو شاباش دی' فرمایا:

﴿اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ o﴾ (آیت:106)

''یقیناً یہ کھلی آزمائش تھی''۔

آگے فرمایا:

﴿وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ o وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ o﴾ (آیات:107-108)

''ہم نے فدیے کے طور پر انہیں (حضرت ابراہیم کو) ذبح عظیم سے نوازا۔ اور اس (سنت) پر باقی رکھا بعد میں آنے والوں میں سے بھی ایک گروہ کو''۔

اس میں دراصل عیدالاضحیٰ کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ ہم عید کے موقع پر اسی واقعہ کی یاد مناتے ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ: ((مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِیُّ)) ''اے اللہ کے رسول! یہ قربانیاں کیا ہیں؟'' آپ نے فرمایا: ((سُنَّةُ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ)) ''یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہیں''۔

اسلام کی روح یہ ہے کہ انسان کی پسند و ناپسند اللہ کی مرضی کے تابع ہو جائے۔ وہ اللہ کے حکم کی بجا آوری کی خاطر بڑی سے بڑی قربانی دینے کے لیے ہر وقت تیار رہے

عیدالاضحیٰ کا اصل پیغام یہی ہے کہ بندۂ اللہ کے ہر حکم کے سامنے سرتسلیم خم کر دے' قربانی کی روح یہ ہے کہ آدمی اللہ کی رضا کی خاطر بڑی سے بڑی شے قربان کرنے کے

لیے تیار رہے۔ چنانچہ سورۂ حج میں' جہاں قربانی کا تذکرہ ہے' فرمایا:

﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ......﴾ (آیت:37)

''یہ جو تم ذبح کرتے ہو قربانی کے جانوروں کا' ان کا گوشت اللہ تک پہنچتا ہے' نہ ہی خون پہنچتا ہے' بلکہ اللہ تک پہنچنے والی چیز تو تمہارا تقویٰ ہے''۔

یعنی اصل چیز وہ جذبہ اور وہ روح ہے جو اس کے پیچھے ہوتی ہے۔ وہ خلوص و اخلاص ہے جو اس کا محرک ہوتا ہے۔

آج کے دن جب ہم اللہ کے حکم سے اس عظیم قربانی کی یاد میں جانور کی گردن پر چھری پھیریں تو اس شعوری ارادے کے ساتھ پھیریں کہ اللہ کے حکم اور اس کی منشاء کے مقابلے میں اپنے نفس' اپنی انا' اپنی سوچ' اپنی عقل اور اپنی ہر غلط روش کو ترک کر دیں گے۔ اسی طرح غیر اسلامی رسوم و رواج' جو ہمارے ہاں فروغ پا چکے ہیں' غیر اسلامی ثقافت' غیر اسلامی معیشت' سب پر شریعت کی چھری چلائیں گے۔ اس عزم کے ساتھ اگر ہم قربانی کے جانور قربان کریں گے' تو یقیناً یہ قربانی اللہ کے ہاں مقبول ہو گی۔

آج جب کہ ہم خوشی اور مسرت کا یہ دن منا رہے ہیں ہمیں چاہیے کہ ملکی حالات کی بہتری کے لیے بھی خاص طور پر دعا کریں۔ اس لیے کہ بظاہر ہمارے حالات بہت مایوس کن اور حوصلہ شکن ہیں۔ ساٹھ سال پہلے اللہ نے ہمیں آزادی اور خودمختاری کی جو دولت عطا فرمائی تھی' وہ ہم سے چھن چکی ہے۔ آزادی ہمارے ہاتھوں سے نکل چکی ہے۔ چنانچہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ شمالی وزیرستان میں جو آپریشن ہو رہا ہے امریکہ براہ راست اس کے اندر حصہ لے رہا ہے۔ امریکی جسے چاہتے ہیں اٹھا لے جاتے ہیں' جہاں چاہتے ہیں' بمباری کر دیتے ہیں۔ گویا کہ پاکستان ان کی چراگاہ ہے۔ اربابِ اقتدار کو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ جنوبی وزیرستان ہو چاہے شمالی وزیرستان وہاں جو آرمی ایکشن کیا جا رہا ہے' وہ ملکی سالمیت اور بقاء کے لیے انتہائی خوفناک ہے۔ دوسری طرف بلوچستان میں جو فوجی آپریشن ہو رہا ہے' اس کے بارے میں بھی لوگ اس اندیشے کا اظہار کر رہے ہیں' کہ اس سے بھی حالات خانہ جنگی کی طرف جا سکتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ کالا باغ ڈیم کے ایشو پر بھی قوم افتراق اور انتشار کا شکار ہے اور شدید اندیشہ ہے کہ صوبے آپس میں لڑ پڑیں۔ حکیم الامت علامہ اقبال نے کہا تھا۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

یعنی تمہارے اسلاف سچے مسلمان تھے۔ وہ صحیح طور پر اسلام پر عمل پیرا تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت بخشی تھی' غلبہ و اقتدار عطا فرمایا تھا۔ اور تم نے قرآن کو ترک کر دیا' دین کو چھوڑ دیا' شریعت سے بیوفائی کی' لہٰذا ذلت و رسوائی تمہارا مقدر ٹھہری۔

ہماری رسوائی کا سبب قرآن حکیم سے دوری ہے۔ ہم نے یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ لیکن ہماری ساٹھ سالہ تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ ہم نے یہاں پر حقیقی اسلام کو قائم اور غالب کرنے اور شریعت کو نافذ کرنے کی بجائے سیکولرازم کو فروغ دیا۔ ہم نے اسلامی معاشرت اور تمدن پر مغربی کلچر اور ہندوانہ تمدن کو ترجیح دی۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ آج ہماری زندگی پاکیزہ اسلامی کلچر کی روشنی سے کوسوں دور' غیر اسلامی ثقافت کے دھندلکوں میں کھو گئی

حضرت ابراہیمؑ اللہ کے حکم پر اپنی ہر محبوب شے قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ انہوں نے اللہ کے حکم کو مقدم اور ترجیح اول سمجھا۔ اگر آج ہم بھی اسوۂ ابراھیمی کو اختیار کر لیں تو حالات بدل سکتے ہیں' اللہ کی مدد آ سکتی ہے

ہے۔ اقبال نے اسی پر کہا تھا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ' تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

اسی طرح معیشت کو اسلامی بنیادوں پر استوار کرنے کی بجائے ہم نے سودی معیشت کو فروغ دیا' اس کی بنیادوں کو مستحکم کیا' حالانکہ سودی معیشت کے بارے میں اللہ کا واضح حکم ہے:

﴿فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَأْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ......﴾ (البقرہ:279)

''اگر تم سود کو نہیں چھوڑتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ''۔

گویا اللہ اور اُس کے رسول ﷺ تمہارے خلاف جنگ کا الٹی میٹم دے رہے ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی ہے' جو اللہ تعالیٰ سے برسرپیکار ہو۔ آج ہم اپنی بداعمالیوں کے سبب پستی کا شکار ہیں' اور دین سے بغاوت کا نتیجہ ہے جو ہمارے سامنے آ رہا ہے۔ آئے روز نئے نئے بحران ہمارے دروازوں پر دستک دے رہے ہیں۔ اقبالؒ نے کیا خوب کہا تھا۔

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

سوال یہ ہے کہ اس صورت حال سے نجات کی کوئی صورت بھی ہے یا نہیں۔ اگر ہمارے دیرینہ مرض کا علاج ہے تو وہ کیا ہے؟ برادران اسلام! مایوسی کفر ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا مسلمان کا شیوہ نہیں ہے۔ یہ صورتحال اگرچہ پریشان کن ہے' مگر لاعلاج نہیں۔ اس زبوں حالی کا تدارک ممکن ہے۔ اس کی واحد صورت رجوع الی اللہ ہے۔ اقبالؒ کہتے ہیں۔

آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

حضرت ابراہیم ہر قسم کے باطل سے قطع تعلق کر کے ایک اللہ کے ہو گئے تھے۔ انہیں اسباب پر نہیں' اللہ تعالیٰ پر کامل یقین تھا۔ وہ اللہ کے حکم پر اپنی ہر محبوب شے کو قربان کرنے کے لیے تیار ہو گئے۔ حتیٰ کہ اپنے تئیں چہیتے بیٹے کو بھی رضائے الٰہی کی قربان گاہ پر قربان کر ڈالا۔ انہوں نے اللہ کے ہر حکم کو مقدم اور ترجیح اول سمجھا۔ اگر آج ہم اس اسوۂ ابراہیمی کو اختیار کر لیں' تو حالات بدل سکتے ہیں اللہ کی مدد آ سکتی ہے۔ اور تائید غیبی ہمیں حاصل ہو سکتی ہے۔ شرط یہ ہے ہمیں اللہ پر کامل یقین ہو اور اُس کی کامل وفاداری کی جائے۔ اسلام کے نام پر بننے والے اس ملک میں ہم انفرادی سطح پر بھی مسلمانوں کا سا کردار ادا کریں' اور اجتماعی سطح پر بھی اسلامی نظام کو قائم اور غالب کریں اور وطن عزیز کو اسلامی نظام کا رول ماڈل بنا دیں جو دنیا کے سامنے ایک درخشاں مثال ہو۔ یہی قائداعظم اور علامہ اقبال کا خواب تھا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

میں آخر میں اپنے ان بھائیوں کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں' جو اس وقت زلزلہ زدہ علاقوں میں شدید سردی میں اپنے بال بچوں کے ساتھ شدید تکلیف دہ کیفیت میں ہیں۔ ان کے سر پر چھت موجود نہیں ہے۔ وہ خوراک کی کمی کا شکار ہیں۔ انہیں لباس کی ضرورت ہے۔ وہ اللہ رحمت کے بھروسے پر شدید سختی اور سردی کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو آسان فرمائے۔ آمین!

تنظیمی اطلاع

امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب نے مشورہ کے بعد جناب ثاقب رفیع شیخ صاحب کو تنظیم اسلامی سوسائٹی کراچی کے امیر کی حیثیت سے ذمہ داری تفویض کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

دعائے مغفرت

☆ تنظیم اسلامی لاہور شرقی کے جواں سال رفیق جہانزیب مفتی جو قرآن اکیڈمی کے استقبالیہ کلرک تھے اللہ کو پیارے ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

اللھم اغفر لہ وارحمہ وادخلہ فی رحمتک وحاسبہ حسابا یسیرا۔ (آمین)

جسٹس عبدالقادر عودہ شہیدؒ

سید قاسم محمود

دسمبر 1954ء کا سورج طلوع ہوئے ابھی چند گھنٹے ہی ہوئے تھے کہ مصری انقلابی حکومت کے خود ساختہ پیپلز ٹریبونل کے تین ارکان جمال سالم' حسین شافعی اور انور السادات کمال مہربانی اور شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جمال عبدالناصر حکومت کے باغی جسٹس عبدالقادر عودہ کو اپنی صفائی پیش کرنے کی اجازت دے دی۔ اگر چہ مقدمے کی کارروائی مکمل ہو چکی تھی' اس کے باوجود یہ صاحب عزیمت شخص نتائج کی پروا کیے بغیر انقلابی کونسل کے گماشتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یوں گویا ہوا:

''کیا ایک جج کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ ایسی دنیا میں بے تعلق ہو کر رہ سکے جہاں قانون ختم کر دیا گیا ہو اور جس کی لاٹھی اُس کی بھینس کا قانون نافذ کر دیا گیا' جہاں قانون لوٹ کھسوٹ اور جبر و تشدد کے جواز کا آلہ کار بن کر رہ گیا ہو اور خوشامدی حکومت کے منصب دار ہر طرح کے فوائد سے متمتع ہو سکتے ہوں' اور جہاں نفاق کامیابی کا واحد ذریعہ خیال کیا جاتا ہو اور بدکرداری اور بداخلاقی کو جاہ و منزلت کی اولین شرط سمجھا جاتا ہو...... کیا ایک جج یہ بات برداشت کر سکتا ہے کہ اُس کے ملک میں جاہلیت اور آمریت کی حکمرانی ہو۔ زیر دست اپنا خون پسینہ ایک کر کے کمائیں اور زبردست گلچھرے اڑائیں۔ کمزور کو زندہ رہنے کے لیے سوکھی روٹی اور میلا چیتھڑا بھی میسر نہ ہو' اور طاقتور سونے اور چاندی سے دل بہلا رہا ہو اور اگر کمزور اُف کرے تو قانون اُس کے خلاف حرکت میں آ جائے...... کیا ایک جج یہ بات برداشت کر سکتا ہے کہ ملک کے دستور میں تو یہ دفعہ درج ہو کہ مملکت کا مذہب اسلام ہے' لیکن اُس کی حکومت اور حکمران اسلام کی کھلم کھلا خلاف ورزیاں کریں اور مسلمانوں کے خون کے پیاسے بن جائیں۔ تعاون علی البر و تقوی کی خواہش رکھنے والے نشانہ ستم بنیں اور تعاون علی الاثم والعدوان کے مرتکب کی سرپرستی کریں...... ایسے حالات میں ایک جج غیر جانبدار کیسے رہ سکتا ہے''

جسٹس عبدالقادر عودہ کے اس ایمان افروز بیان کے بعد پیپلز ٹریبونل کی کارروائی تین دسمبر تک روک دی گئی اور پھر جمال سالم نے اگلے دن 4 دسمبر 1954 کو صدر عدالت کی حیثیت سے بارہ قیدیوں کو سزائے موت اور نو کو مختلف سزائیں سنائیں۔

ٹھیک چار روز کے بعد چشم فلک نے یہ دردناک منظر بھی دیکھا کہ جسٹس عبدالقادر عودہ رقص کرتا ہوا تختۂ دار کی طرف روانہ ہوا اور اللہ کی راہ میں شہادت پائی۔ وہ سینہ تانے تختہ دار کی طرف جا رہا تھا اور بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ ایک لمحے کے لیے شرمندہ و نادم صحافیوں کی طرف دیکھا اور فرمایا:

''میرا خون انقلاب کے لیے عذاب ثابت ہو گا۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں' جس نے مجھے شہادت کی موت دی۔''

جسٹس کے خلاف فردِ جرم

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عبدالقادر عودہ کو پھانسی کی سزا کیوں دی گئی؟ آخر اُن کا قصور کیا تھا؟ اس سوال کا جواب جاننے کے لیے ہمیں اُس فردِ جرم کا جائزہ لینا ہو گا جو حکومت کی طرف سے ملزموں کو مہیا کی گئی تھی۔ اس میں لکھا تھا: ''الاخوان المسلمون کا رویہ فوجی انقلاب کے بارے میں ہمیشہ سے منفی اور معاندانہ رہا ہے اور انہوں نے شروع دن سے انقلابی تحریک کی مخالفت کی ہے اور اسے ناکام بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس کے خلاف مسلسل پروپیگنڈا کیا ہے۔ انہوں نے فوج اور پولیس کے اندر اپنی خفیہ تنظیمیں قائم کی ہیں اور حکومت کا تختہ اُلٹنے کے لیے ملک گیر سازش تیار کی ہے۔ اس کے علاوہ اخوان کے قائدین نے انگریزوں سے خفیہ گٹھ جوڑ کیا ہے اور اُن سے مل کر فوجی حکومت کے خلاف منصوبہ بنایا ہے۔ اس پر حکومت نے اخوان کو خلاف قانون قرار دیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد انہیں دوبارہ کام کرنے کا موقع دیا گیا' لیکن وہ اپنی سابقہ روش اور جوڑ توڑ سے باز نہ آئے' حتیٰ کہ انہوں نے وزیر اعظم جمال عبدالناصر کے قتل کی سازش کی۔ اِن حالات میں یہ امر ناگزیر تھا کہ اخوان کا خاتمہ کر دیا جائے اور مصر کو رجعت پسند عناصر سے پاک کر دیا جائے''

الاخوان المسلمون نے انقلابِ مصر 1952ء کے لیے جو خدمات سرانجام دی تھیں' وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی۔ انقلابِ مصر پر سینکڑوں کتب اور ہزاروں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ ان تحریروں میں کسی نہ کسی شکل میں انقلاب کی تحریک میں اخوان کی شمولیت اور خدمات کا تذکرہ ضرور ملتا ہے۔ انقلاب کے لیے اخوان کی خدمات مصر کی حالیہ تاریخ کا لازمی جزو بن چکی ہیں۔

جمال عبدالناصر اور اُس کے حواری صرف یہ چاہتے تھے کہ اخوان انقلاب کی جدوجہد کے دوران کیے جانے والے وعدوں کی یاد دہانی نہ کرائیں اور جو کچھ بھی ہو کریں' اُن کی مخالفت نہ کریں۔ لہٰذا اخوان کی مرکزی قیادت انقلابی کونسل کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ تھی۔ چنانچہ اُن کو راستے سے ہٹانے کے لیے جمال عبدالناصر پر قاتلانہ حملے کا ڈرامہ رچایا گیا۔

جہاں تک جسٹس عبدالقادر عودہ کا تعلق ہے' انہوں نے 1951ء میں مرشد عام حسن الہضیبی کے حکم پر عدالتِ عالیہ کی ملازمت کو خیرباد کہہ کر سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تھا۔ دیانت' قانونی مہارت اور خداداد صلاحیت کے سبب آپ کا شمار جلد ہی اخوان کے صفِ اوّل کے قائدین میں ہونے لگا۔ اُس وقت مصر کے سیاسی حالات نہایت ابتر ہو چکے تھے۔ انگریزوں کے خلاف نفرت میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ یوں مصری قوم انگریزوں کو وطن سے نکالنے کے لیے سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح متحد و منظم تھی۔ شاہ فاروق اور اُس کے حامی انگریزوں کے وجود کو اپنے لیے نعمتِ غیر مترقبہ سمجھتے تھے۔ ان حالات میں اخوان نے نہر زون کے علاقے میں مقیم برطانوی فوج کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔

جسٹس عبدالقادر عودہ کو ملازمت سے فارغ کرنے کا پس منظر بھی یہی تھا۔ اِس سلسلے میں اخوان نے پورے ملک میں انگریزوں کے خلاف رضا کاروں کی بھرتی کے لیے کیمپ قائم کیے اور بہت جلد ہی تین صد رضا کاروں کا پہلا دستہ مصر کی باقاعدہ فوج کے ساتھ مل کر جہاد میں مصروف ہو گیا۔ جنگِ فلسطین کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ اخوان کو فوج کے ساتھ یوں آزادانہ کام کرنے کا موقع ملا تھا۔ شیخ عبدالقادر عودہ رضا کاروں کو اسلحے کی سپلائی کے نگران تھے۔ فوج کے نوجوان افسروں' خاص طور پر جمال عبدالناصر' عبدالحکیم عامر' سالم برادران' زکریا محی الدین' خالد محی الدین اور انور

سادات وغیرہ سے اُن کا اکثر رابطہ رہتا تھا۔ جنرل نجیب، جمال عبدالناصر، انورالسادات، شاہ فاروق وغیرہ سبھی اپنی یادداشتوں میں تسلیم کرتے ہیں کہ اخوان کی مدد کے بغیر جولائی 1952 کا انقلاب کامیابی سے ہمکنار نہیں ہوسکتا تھا۔ انقلاب کی منصوبہ بندی کرتے وقت یہ طے ہوا تھا کہ اگر نہر زون کے علاقے میں مقیم برطانوی فوجی دستے یا شاہ فاروق کی سیاسی پولیس مزاحمت کریں یا کسی اور وجہ سے انقلاب کی کامیابی مشکوک نظر آئے یا کوئی ادارہ انقلاب کے راستے میں رکاوٹ بنے تو انقلابی کونسل کے ''جیالوں'' کو محفوظ مقامات تک پہنچانے، بیرون ملک فرار کرانے یا مقابلے کی صورت میں اخوان رضاکار دستے مزاحمتی حصار قائم کریں گے۔

یہ نازک ذمہ داری بھی جسٹس عبدالقادر عودہ کے سپرد کی گئی تھی۔ آپ اخوانی کمانڈوز کے سپریم کمانڈر تھے، جن کا کام ہر صورت میں انقلاب کو کامیاب بنانا تھا۔ عبدالقادر شہید الاخوان المسلمون میں شامل ہونے سے پہلے کوئی غیر معروف شخصیت نہیں تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ حربی میدان میں اُن کے اصل جوہر تو اب کھل رہے تھے۔ نوجوان افسر عبدالقادر عودہ کی صلاحیتوں سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ اُن پر یہ بات انقلاب ہی کے دنوں میں عیاں ہوگئی تھی کہ انقلاب کے بعد اگر اخوان فوج سے مطمئن نہ ہوئے تو سخت مزاحمت ہوگی۔ اس سلسلے میں انہیں دو جسٹسوں یعنی حسن الہضیبی اور عبدالقادر عودہ سے زیادہ خطرہ تھا۔ انقلاب کے بعد اخوان یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب تھے کہ فوج واپس بیرکوں میں چلی جائے اور معمول کی پارلیمانی زندگی شروع کی جائے۔ اس طرح ملک میں اسلامی نظام کی راہ ہموار ہوگئی، لیکن جمال عبدالناصر اور اُس کا سازشی ٹولہ کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اخوان اور انقلابی کونسل ہنی مون کا پہلا سال خیریت سے گزرا۔ انقلابی کونسل نے الاخوان المسلمون کو مطمئن کرنے کے لیے سو ارکان پر مشتمل دستوریہ تشکیل دی، جس میں الاخوان المسلمون کے تین ارکان یعنی جسٹس عبدالقادر عودہ، استاد صالح عشاوی اور محمد کمال خلیفہ شامل کیے گئے۔ عبدالقادر عودہ نے دستور کمیٹی کے سامنے اسلامی دستور کی تشکیل کے لیے ٹھوس تجاویز اور بنیادی اصول، جن پر دستور کا ڈھانچہ ترتیب دینا تھا، فراہم کیے۔ اس کے علاوہ بنیادی حقوق کی کمیٹی کے رُکن کی حیثیت سے خواتین کے حقوق کے ضمن میں بعض غلط فہمیوں کو بھی دور کیا۔ دستوری کمیٹی جس انداز سے کام کر رہی تھی، اخوانی نمائندوں نے بہت جلد ہی محسوس کیا کہ انقلابی کونسل انہیں صرف ''لالی پاپ'' دے کر ٹرخا رہی ہے۔ ایسی طفل تسلیاں تیسری دنیا کے فوجی حکمران سیاست دانوں کو بے وقوف بنانے کے لیے ہمیشہ سے دیتے رہے ہیں۔ حقیقت میں اندرون خانہ کچھ اور ہی منصوبہ بندی کی جارہی تھی چنانچہ پہلے جنرل نجیب کو نہایت گھٹیا طریقے سے رخصت کیا گیا اور پھر اخوان پر ہاتھ ڈالا گیا۔

حالاتِ زندگی

عبدالقادر عودہ 1907ء میں قاہرہ میں پیدا ہوئے۔ 1935ء میں کلیۃ الحقوق سے امتیازی حیثیت سے قانون کا امتحان پاس کیا اور محکمۂ قانون میں ملازمت اختیار کرلی۔ 1942ء میں آپ اسماعیلیہ میں جج کی حیثیت سے تعینات تھے کہ آپ کو حسن البناء کی نشست پر پریذائڈنگ افسر مقرر کیا گیا۔ اِس حیثیت سے آپ نے انگریزوں، سعد پارٹی اور وفد پارٹی کو اپنے حلقے میں گڑبڑ نہیں کرنے دی۔ انتخابات کے موقع پر آپ پہلی مرتبہ اخوانی کارکنوں کے حُسنِ اخلاق اور اپنے مرشدِ عام سے محبت کی بناء پر متاثر ہوئے۔ 1949ء میں آپ نیشنل کورٹ کے جج تھے کہ حسن البناء کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ اُسی سال آپ حسن الہضیبی کی دعوت پر الاخوان المسلمون میں شامل ہوئے۔ سرکاری ملازم کی حیثیت سے آپ کی رُکنیت مخفی رکھی گئی۔ 1951ء میں مرشد عام حسن الہضیبی کے حکم پر آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دے دیا اور اپنے آپ کو اخوان کے لیے وقف کر دیا۔ جلد ہی الاخوان المسلمون کی گائیڈنس کونسل اور مشاورتی اسمبلی نے آپ کو الاخوان المسلمون کا ڈپٹی لیڈر منتخب کیا۔ اخوان کے اپنے لیڈر کی حیثیت سے آپ الاخوان المسلمون کو انقلاب مصر 1952ء سے پہلے کے بحران اور پھر انتخابات کے بعد کے بحران سے نکالنے کے لیے مسلسل جدوجہد کرتے رہے۔ انقلابی کونسل کی بدنیتی کے سبب آپ کی کوششیں کامیاب نہ ہوسکیں اور بالآخر آپ کو اپنی جان کا نذرانہ دینا پڑا۔

جسٹس عبدالقادر عودہ کا شمار جدید مغربی قانون اور اسلامی فقہ کے ماہرین میں ہوتا ہے۔ آپ کی کتاب ''التشریع الجنائی الاسلامی'' 1951ء میں فواد اوّل انعام کی مستحق ٹھہرائی گئی۔ انعام دینے والی کمیٹی نے شرط یہ لگائی کہ اگر مصنف مذکورہ خاندانی ملکیت کے بارے میں چند فقرے حذف کر دیں تو انہیں ایک ہزار مصری پونڈ کا انعام دے دیا جائے گا۔ عبدالقادر عودہ نے انکار کر دیا۔ یوں انعام کے مستحق ٹھہرائے جانے کے باوجود بھی انعام حاصل نہ کرسکے۔ یہ کتاب آپ نے 1949ء میں تحریر کی تھی۔ آپ کی بعض تصانیف یہ ہیں:-

- الاسلام واوضاعنا القانونیۃ
- الاسلام واوضاعنا السیاسیۃ
- المال والحکم فی الاسلام

جسٹس عبدالقادر عودہ کا شمار مصر کے اُن چیدہ چیدہ افراد میں ہوتا ہے جو بین الاقوامی قانون، خاص طور پر فرانسیسی قانون میں مہارت رکھتے تھے۔ وکلاء، اساتذہ، دانشوروں اور عدلیہ کے ججوں میں آپ کا ایک خاص مقام تھا۔ قانون کے تقابلی مطالعے پر آپ کی کتاب ''التشریع الجنائی الاسلامی'' اہلِ علم سے خراجِ تحسین وصول کرچکی ہے۔ جج فیصلے کرتے وقت اس کتاب سے رہنمائی لیتے ہیں اور اپنے فیصلوں میں اس کتاب کا بطور خاص حوالہ دیتے ہیں۔

انقلابی کونسل کے بائیں بازو کے ارکان جنرل نجیب اور عبدالقادر عودہ کو اپنے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ سمجھتے تھے۔ جنرل نجیب انقلاب مصر 1952ء کے اصل ہیرو تھے۔ انقلاب کے بعد مصر کے پہلے صدر مملکت اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ہی تھے۔ انقلابی کونسل نے انہیں اعتماد میں لیے بغیر 15 جنوری 1954ء کو اخوان پر پابندی لگا دی۔ جب جنرل نجیب نے احتجاج کیا تو 23 فروری 1954ء کو انہیں زبردستی فارغ کر دیا گیا۔ اِن دو واقعات کا عبدالقادر عودہ کی شہادت سے گہرا تعلق ہے۔ انقلابی کونسل کے اِس اقدام سے فوج اور عوام میں ناراضگی کی لہر دوڑ گئی۔ 27 فروری کو اخوانی طلبہ نے جنرل نجیب کے حق میں جلوس نکالا۔ جلوس کے شرکاء انقلابی کونسل کے خلاف نعرے لگا رہے تھے اور جنرل نجیب سے ملاقات کے خواہاں تھے۔ خدیو اسماعیل پُل پر جلوس کے ایک حصے کو پولیس نے آگے بڑھنے سے روکا اور گولی چلا دی۔ جلوس کا ایک اور حصہ عبدالقادر عودہ کی قیادت میں قصر عابدین پہنچ گیا۔ جنرل نجیب نے قصرِ عابدین کی بالکونی پر کھڑے ہو کر جلوس سے خطاب کیا۔ اچانک اُس کی نظر عبدالقادر پر پڑی۔ جنرل نجیب نے انہیں بالکونی پر بلایا۔ عبدالقادر عودہ اس حالت میں بالکونی پر گئے کہ اُن کے ہاتھ میں زخمی طلبہ کے خون سے بھرا ہوا رومال تھا۔ انہوں نے ہجوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا: ''آپ لوگوں نے اپنے جذبات کا اظہار کر دیا ہے اور مطالبات پیش کر دیئے ہیں۔ اب آپ لوگ گھروں کو چلے جائیں''۔

شیخ عمر تلمسانی نے لکھا ہے: ''عبدالقادر کا یہ کہنا تھا کہ چند منٹوں کے اندر میدانِ عابدین یوں خالی ہوگیا کہ گویا وہاں کوئی تھا ہی نہیں۔ اس پر جمال عبدالناصر نے فوراً ہی محسوس کرلیا کہ عبدالقادر کی مقبولیت اُس کی حکومت کے لیے کسی بھی وقت خطرہ بن سکتی ہے۔ چنانچہ اُسی دن پولیس نے 117 اشخاص کو گرفتار کرلیا جن میں عبدالقادر عودہ بھی شامل تھے''۔

صدائے احتجاج

میڈیا فحاشی کو روکنے کے لیے اپنا کردار ادا کرے۔ انجینئر نوید احمد

ہمارے کاروبار، معاشرت، رسم ورواج نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق نہیں۔ ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

ملک میں فحاشی کا فروغ دراصل یہودی سازش ہے۔ اشتیاق حسین

مملکت خداداد پاکستان فحاشی وعریانی جیسے گناہوں کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ محمد فہیم

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام فحاشی و عریانی کے خلاف ملک گیر مظاہروں کی روداد

مرتب۔ وسیم احمد

تنظیم اسلامی کی مرکزی عاملہ کے فیصلے کے مطابق ملک میں عریانی و فحاشی اور بے حیائی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کے خلاف ملک گیر مظاہروں کا اہتمام کیا گیا۔ 29 دسمبر بروز جمعرات بعد از دوپہر ملکِ پاکستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے تنظیم اسلامی کے رفقاء اپنے امراء حلقہ جات کی معیت میں نہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی کے لیے پرامن انداز میں جمع ہوئے۔

لاہور

لاہور میں یہ مظاہرہ بعد نماز عصر پریس کلب کے باہر منعقد ہوا۔ مظاہرے سے دو تین روز پہلے لاہور شہر میں اہم اور مصروف مقامات پر 120 عدد بینرز لگائے گئے۔ جس میں موجودہ بے حیائی اور فحاشی کے خلاف اور اسلام کے سماجی نظام کے حق میں نعرے اور آیات کا ترجمہ درج تھا۔ اس کے علاوہ دس ہزار ہینڈ بل بھی شائع کر کے تقسیم کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ 66 عدد ٹی بورڈز بھی بنوائے گئے جن کو مظاہرے میں Display کیا گیا۔ رفقاء سڑک کے دونوں طرف ہاتھوں میں بینرز اور ٹی بورڈ لے کر کھڑے ہو گئے۔ سامنے سے گزرنے والی ٹریفک آہستہ ہو کر بینرز اور ٹی بورڈ کی عبارتوں کو پڑھ رہی تھی۔ رفقاء ساتھ ساتھ ہینڈ بل بھی تقسیم کر رہے تھے۔ امیر حلقہ لاہور ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ نبی اکرمؐ نے اپنی وفات سے 80 روز پہلے ایک خطبہ میں ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم ان کو تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے: اللہ کی کتاب اور میری سنت۔ لیکن آج ہم اپنے آپ اور معاشرے کو دیکھیں تو یہ دونوں چیزیں ہم سے چھوٹی ہوئی ہیں۔ جس کی وجہ سے ہم ہندوانہ اور مغربی معاشرت اپنائے ہوئے ہیں۔ یہی وہ طرز عمل تھا جس کو دیکھ کر اقبال نے کہا تھا۔

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کر شرمائیں یہود

انہوں نے کہا کہ ہمارے کاروبار، معاشرت، رسم ورواج رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق نہیں۔ ہماری اشتہاری مہمات اور ٹی وی پر ہندوانہ کلچر چھایا ہوا ہے۔ ایک چینل بند ہوتا ہے تو دس چینل اس بات کو آگے بڑھانے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔ ابھی بھی موقع ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے رجوع کریں۔ سچی توبہ کریں اور اصلاح کا آغاز اپنے آپ سے اور اپنے گھر سے کریں۔

کراچی

کراچی میں نہی عن المنکر کا یہ فریضہ کراچی پریس کلب کے سامنے ادا کیا گیا۔ رفقاء تنظیم سہ پہر 3 بجے پریس کلب کے باہر جمع ہوئے۔ حلقہ سندھ زیریں نے 30 ہزار ہینڈ بلز چھپوائے۔ 12 بینرز اور 16 پلے کارڈز تیار کروائے گئے۔ شجاع الدین شیخ، انجینئر نوید احمد اور عامر خان نے ملک کی موجودہ سنگین صورتحال کے بارے میں خطاب کیا اور میڈیا سے گزارش کی کہ وہ صورتحال کی اصلاح کے لیے اپنا کردار ادا کریں۔ بعد ازاں رفقاء پُرامن مارچ کرتے ہوئے آئی آئی چندریگر روڈ کے شاہین کمپلیکس کے چوراہے کے قریب جمع ہوئے۔ چونکہ یہ کراچی کا اہم ترین کمرشل ایریا ہے لہٰذا یہاں کافی تعداد میں ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے۔ بینرز اور پلے کارڈز کے ذریعے تنظیم اسلامی کا پیغام عام کیا گیا۔

سکھر

حلقہ بالائی سندھ کے زیر اہتمام سکھر میں معاشرتی برائیوں کے خلاف مظاہرہ کیا گیا۔ پروگرام کے لیے 16 بینرز، 20 ٹی بورڈز اور 5000 ہزار ہینڈ بلز تیار کروائے گئے تھے۔ پروگرام کا آغاز شیڈول کے مطابق دوپہر 3:30 منٹ پر شہر کی مصروف جگہ تیر چوک سے ہوا۔ رفقاء نے بڑھتی ہوئی معاشرتی برائیوں، بے پردگی، فحاشی، عریانی ان کے ذرائع (الیکٹرانکس اور پرنٹ میڈیا) کے معاشرے پر پڑھنے والے تباہ کن اثرات کو واضح کیا۔ کچھ رفقاء ہینڈ بلز تقسیم کرتے رہے تو کچھ رفقاء بینرز اور ٹی بورڈ ہاتھوں میں تھامے تنظیم اسلامی کا موقف عوام کے سامنے لاتے رہے۔ مظاہرین بیراج روڈ سے گزرتے ہوئے گھنٹہ گھر پہنچے۔ حلقہ کے دفتر میں شب بیداری کا پروگرام بھی ہوا۔ بعد نماز عشاء حافظ خالد شفیع صاحب نے سورۃ البقرۃ کے رکوع 21 کے حوالے سے درس قرآن دیا۔ آخر میں امیر حلقہ نے مختصر خطاب کیا اور پروگرام میں شرکت پر رفقاء کا شکریہ بھی ادا کیا۔

کوئٹہ

تنظیم اسلامی حلقہ بلوچستان کے تحت شہر کوئٹہ میں کافی دن پہلے سے مجوزہ مظاہرے کے لیے تیاری شروع کر دی گئی تھی۔ شہر میں تقریباً 6 ہزار ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے اور کافی تعداد میں پلے کارڈز تیار کیے گئے۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد رفقاء نے مظاہرے کا آغاز کیا۔ چونکہ کوئٹہ میں چار دن پیشتر دفعہ 144 کا نفاذ کیا گیا تھا لہٰذا امیر حلقہ نے رفقاء کو دو دو کی ٹولیوں میں کچھ فاصلہ دے کر چلنے کی ہدایت دی رفقاء امیر حلقہ کو ہدایت کے مطابق بینرز اور پلے کارڈز اُٹھا کر پریس کلب پہنچے۔ اس کے بعد منان چوک اور پھر میزان چوک کی طرف روانہ ہوئے۔ مغرب سے کچھ دیر پہلے یہ مظاہرہ اختتام پذیر ہوا۔

تیمر گرہ

تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی تیمر گرہ کے زیر اہتمام ملک میں عریانی وفحاشی اور بے حیائی کے خلاف ایک خاموش اور پُرامن مظاہرہ تیمر گرہ میں منعقد کیا گیا۔ مظاہرین منظم انداز میں تیمر گرہ بازار کے مسجد چوک سے ہو کر تمام بازار کا گشت کرنے کے بعد اپنے مقام روانگی پر واپس پہنچے۔ اس دوران شرکائے مظاہرہ نے ہاتھوں میں ٹی بورڈ اور کتبے اُٹھائے ہوئے تھے جن پر معاشرتی برائیوں، عریانی، فحاشی، اور بے حیائی کے متعلق قرآنی آیات اور فرامین رسولؐ درج تھے۔ تنظیم اسلامی حلقہ سرحد شمالی کے امیر جناب محمد فہیم صاحب نے مظاہرے کے اختتام پر شرکاء سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مملکت خداداد پاکستان فحاشی وعریانی جیسے گناہوں کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ سرکاری سرپرستی میں چلنے والے ٹی وی اور پرنٹ میڈیا کی راہ سے عریانی اور فحاشی کا

مواد سیلاب کی طرح اُمڈتا چلا آ رہا ہے لہٰذا حکمرانوں، سیاستدانوں علماء، عوام نیز مالکان و مدیران اخبارات و جرائد کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس سیلاب بلاخیز کے آگے بند باندھ دیں۔ بہرحال یہ تمام لوگ مسلمان ہیں۔ انہیں اپنی ذمہ داری کو ادا کرنا چاہیے۔ ہمیں حالیہ زلزلہ کو سامنے رکھ کر سوچنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم کہیں اس سے عظیم تر اور شدید تر سانحہ سے دوچار ہو جائیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہم نے اپنے بے سروسامانی کہ علی الرغم اللہ کی خصوصی مہربانی سے یہ ملک حاصل کیا تھا۔ ہم نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں انگریز اور ہندو کے دہری غلامی سے نجات دلا دے تو ہم اس پاک سرزمین میں انفرادی اور اجتماعی طور پر اللہ کیا حکام کی تنفیذ کر کے اسلام کا ایک عملی نمونہ اقوام عالم میں دکھا دیں گے۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ حلیم اور رحیم ہے لیکن وہ عزیزٌ ذوانتقام بھی ہے۔ آئیے اللہ کی طرف رجوع کریں غیروں کی نقالی چھوڑ دیں اور اپنی اقدار اپنائیں اور اس ملک کے مستقبل اور اپنی عاقبت کو سنوارنے کی فکر کریں۔

پشاور

حلقہ سرحد جنوبی کے زیر اہتمام پشاور شہر میں مظاہرہ کیا گیا۔ یہ مظاہرہ خاموش واک کی صورت میں تھا۔ رفقاء و احباب نے بینرز اور کتبے اُٹھا رکھے تھے۔ جن پر نعرے اور مطالبات درج تھے۔ رفقاء مسجد گنج علی خان سے چل کر چوک یادگار میں پہنچے اور پھر مسجد قاسم علی خان سے لے کر بازار سگران سے ہوتے ہوئے قصہ خوانی بازار میں پہنچے جہاں امیر حلقہ جناب فتح محمد نے خطاب فرمایا۔ اس موقع پر موضوع کی مناسبت سے 8 ہزار ہینڈ بل عوام الناس میں تقسیم کیے گئے۔

اسلام آباد

حلقہ پنجاب شمالی نے ملک میں میڈیا کے ذریعے فحاشی کی طرف بڑھتے ہوئے رجحان کے خلاف 30 دسمبر بروز جمعہ مظاہرے کا اہتمام کیا۔ مظاہرہ مرکزی دارالحکومت اسلام آباد کی لال مسجد سے شروع ہوا۔ رفقاء تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی نماز جمعہ سے پہلے حلقہ کے دور دراز علاقوں پنڈی گھیب، ایبٹ آباد، باغ (آزاد کشمیر) میر پور، جہلم اور گوجر خان سے لال مسجد میں جمع ہو گئے تھے۔ نماز جمعہ کے فوراً بعد رفقاء نے مسجد کے باہر تقریباً 5 ہزار ہینڈ بل تقسیم کیے۔ اس کے بعد رفقاء نے کتبے اور بینرز اُٹھا لیے اور ناظم تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شمالی جناب خالد محمود عباسی کی ہدایات کے مطابق رفقاء نے' جن کی تعداد تقریباً 200 تھی انتہائی منظم اور پُرامن مارچ شروع کیا۔ مظاہرین لال مسجد سے روانہ ہوئے اور تقریباً تین بجے آب پارہ مارکیٹ پہنچے۔ مظاہرے کے اختتام سے پہلے جناب اشتیاق حسین نے بڑی پُرجوش تقریر کی۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں فحاشی کو فروغ دینا دراصل یہودی سازش ہے۔ اور اب بات یہاں تک آ پہنچی ہے کہ ہمارے تعلیمی نصاب سے نماز کو نکالنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ آخر میں ناظم حلقہ جناب خالد محمود عباسی نے بڑے مدلل انداز میں قرآن اور حدیث کی روشنی میں فحاشی کے خلاف تقریر کی۔ جسے رفقاء کے علاوہ دوسرے سامعین نے بھی بڑے غور سے سنا۔ انہوں نے تمام سامعین پر زور دیا کہ فحاشی کے اس سیلاب کو جس سے کوئی گھر محفوظ نہیں ہے' روکنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے گھروں سے اس کا آغاز کریں اور شرعی پردے کا مکمل اہتمام کریں۔

ملتان

حلقہ جنوبی پنجاب کے زیر اہتمام فحاشی و عریانی کے خلاف چوک نواں شہر ملتان میں مظاہر ہوا۔ مظاہرہ کی اطلاع تمام تنظیم اور منفرد رفقاء کو بذریعہ خط کر دی گئی۔ توبہ کی منادی سے متعلق 10 عدد بینرز اور فحاشی عریانی کے خلاف عبارات پر مشتمل 6 عدد بینرز تیار کرائے گئے۔ اس کے علاوہ 100 عدد ہینگنگ بینرز تیار کروا کر ملتان شہر کے نمایاں مقامات پر لگوائے گئے۔ نیز 6 ہزار کی تعداد میں ہینڈ بلز بھی چھپوائے گئے۔ جو مظاہرے کے وقت عوام میں تقسیم کیے گئے۔ نیز جمعۃ المبارک کے دن بھی مساجد کے باہر تقسیم کیے گئے۔ حلقہ کے رفقاء نماز ظہر کے وقت قرآن اکیڈمی ملتان میں اکٹھے ہوئے۔ نماز کے بعد امیر حلقہ جناب سعید اظہر عاصم صاحب نے رفقاء سے مختصر خطاب کیا۔ اور ہینڈ بل کا مطالعہ کرایا۔ اس کے بعد رفقاء چوک نواں شہر روانہ ہوئے۔ وہاں چوک میں پون گھنٹہ ٹھہرے۔ پھر روزنامہ خبریں کے دفتر کے سامنے مظاہرہ کیا۔ اس کے بعد نماز عصر ادا کی گئی۔ نماز کے بعد ریلی کی شکل میں تمام شرکاء روزنامہ نوائے وقت کے دفتر کے سامنے جمع ہوئے وہاں بھی تقریباً 45 منٹ قیام رہا۔ آخر میں امیر حلقہ نے مختصر خطاب فرمایا۔ اور شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔ اس مظاہرے میں روزنامہ نوائے وقت کے صحافیوں کو نوائے وقت کا 56 سالہ پرانا اشتہار بھی تقسیم کیا گیا جس میں نوائے وقت نے اپنے اخبار میں فحش تصاویر نہ چھاپنے کا عہد کیا تھا۔ اس طرح انہیں انہی کے اخبار کے اشتہار کے ذریعے یاددہانی کرائی گئی۔ آج کے دور میں جبکہ مظاہرے سیاسی مفادات کے حصول کے لیے کیے جاتے ہیں ایک معاشرتی برائی کے خلاف مظاہرہ کر کے تنظیم اسلامی نے اپنی انفرادیت قائم رکھی۔ اللہ رب العزت اس مساعی کو شرف قبولیت بخشے۔

پریس ریلیز — **16 جنوری 2006ء**

باجوڑ ایجنسی کے علاقہ پر امریکی حملہ ہماری خودمختاری پر کاری ضرب ہے

حافظ عاکف سعید

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے پاکستان کے علاقہ باجوڑ پر امریکہ کے فضائی حملوں کی شدید مذمت کی۔ انہوں نے کہا کہ اس حملہ سے امریکہ نے ہماری آزادی اور خودمختاری پر کاری ضرب لگائی ہے۔ اس پر امریکی سفیر کی دفتر خارجہ میں طلبی اور احتجاج کوئی معنی نہیں رکھتا۔ انہوں نے کہا کہ جو بے گناہ شہری اس فضائی حملے میں ہلاک ہو گئے ہیں ان کا خون کس کے سر ہے۔ اگر امریکہ اس ظالمانہ حرکت پر معافی طلب نہ کرے اور آئندہ ایسی مذموم حرکت نہ کرنے کی یقین دہانی نہ کرائے تو امریکہ سے سفارتی تعلقات منقطع کیے جائیں۔ انہوں نے حکومت پاکستان کے معذرت خواہانہ اور بزدلانہ رویے کی شدید مذمت کی۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

یادوں کی تسبیح

مری صُراحی سے قطرہ قطرہ نئے حوادث ٹپک رہے ہیں   میں اپنی تسبیح روز و شب کا شمار کرتا ہوں دانہ دانہ

قاضی عبدالقادر

الاخوان المسلمون کے کچھ رہنما کراچی میں رہائش پذیر تھے خاص طور پر استاذ ڈاکٹر سعید رمضان جو شیخ حسن البناء شہید کے داماد بھی ہوتے تھے۔ مصر کے خراب حالات کی وجہ سے وہ کراچی منتقل ہو گئے تھے۔ آرام باغ کے قریب ایک چھوٹے سے ہوٹل میں قیام تھا۔ انہوں نے یہاں ایک کتابچہ انگریزی میں "What Are You" کے نام سے شائع کیا جسے نوجوانوں میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ میں نے ان کو صرف ایک بار دیکھا اور وہ خورشید احمد بھائی کے گھر پر جہاں رفقاء کا اجتماع رکھا گیا تھا اور وہ مدعو تھے۔ انہوں نے انگریزی میں ٹھہر ٹھہر کر تقریر کی۔ میں انگریزی میں شروع ہی سے کمزور ہوں بلکہ اب تک ہوں۔ رہی سہی کسر اردو کالج نے نکال دی جہاں سوائے انگریزی کے (ان کا بس چلے تو انگریزی کو بھی اردو میں پڑھائیں) تمام مضامین اردو میں پڑھائے جاتے تھے۔ میری جو ''شامت'' آئی تو تقریر کے آخر میں استاذ سعید رمضان نے مجھی سے کوئی سوال کیا۔ میں اسے سمجھا ہی نہیں تو جواب کیا دیتا! تک تک دیدم دم نہ کشیدم والا معاملہ تھا۔ بھلا ہو کسی اور رفیق کا کہ اس نے میری طرف سے جواب دے دیا۔

ایسا ہی ایک واقعہ شروع میں اردو کالج میں پروفیسر جلیل الدین خان صاحب کے ساتھ بھی پیش آیا تھا۔ وہ کالج میں اوپر جانے کے لیے سیڑھی کے پاس کھڑے تھے کہ بجائے سیدھے سیدھے اردو میں بات کرنے کے (کہ یہ کلاس تو تھی ہی نہیں) انہوں نے مجھے انگریزی میں کچھ کہا۔ میں کچھ نہ سمجھا جواب کیا دیتا۔ لیکن اپنی انگریزی دانی جتانے کے لیے میں نے فوراً ہی کہا کہ ''What'' یعنی کیا؟ مطلب یہ کہ آپ سوال کو دہرا دیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ ایسے موقع پر Pardon بولا جاتا ہے۔ میرے تڑاخ سے What کہنے پر جلیل خاں صاحب ہنسی کا گول گپا بن گئے۔ ہم حیران کہ موصوف ہنس کیوں رہے ہیں، ہم نے کیا کہہ دیا۔ ہم بھی تو آخر انگریزی ہی بولے تھے!

بات ہو رہی تھی تربیتی اجتماعات کی۔ اس زمانہ میں سعودی عرب کے سفیر عبدالحمید خطیب تھے۔ ان کے صاحبزادے فواد خطیب الاخوان المسلمون سے بہت متاثر تھے اور استاذ سعید رمضان سے بہت ملنا جلنا رہتا تھا۔ شام کے سفیر بہاء الامیری تھے جن کا تعلق الاخوان سے تھا۔ شامی سفارت خانہ میں ایک اعلیٰ شخصیت محمد ابوالخیر حسن العرقسوسی کی تھی، جن کا بھی الاخوان المسلمون سے باقاعدہ تعلق تھا۔ کراچی جمعیت کے اکابرین فواد خطیب، بہاء الامیری اور العرقسوسی صاحبان سے رابطہ میں رہتے تھے۔ ایک دفعہ مسجد خضراء میں تربیتی پروگرام میں العرقسوسی صاحب کو دعوت دی

میں مسجد کی چھت کے ایک گوشے میں نوافل ادا کر چکا تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ مغرب کی جانب سے ہرے رنگ کی کوئی چیز آسمان سے آہستہ آہستہ اتر رہی ہے

گئی کہ وہ عملاً بتائیں کہ الاخوان کی شب بیداری کا پروگرام کس طرح ہوتا ہے۔ اس کے لیے پہلے تو ایک حلقہ بنایا گیا۔ پھر ہر رفیق نے دوسرے کے ہاتھ پکڑے۔ اس طرح ہاتھوں کی ایک زنجیر بن گئی۔ اب عرقسوسی صاحب نے عربی میں بیان شروع کیا۔ ان کے قریب بیٹھے ہمارے رفیق محمد اختر صاحب (جن کی عربی بہت اچھی تھی) اردو میں اس کا ترجمہ بیان کرتے چلے گئے۔ عرقسوسی صاحب کی آواز رفتہ رفتہ بلند اور جذباتی ہوتی جا رہی تھی۔ اس بیان میں اپنے نفس کا محاسبہ بھی ہو رہا تھا اور جنت اور دوزخ کے مناظر کی منظر کشائی ایسے کی جا رہی تھی کہ جیسے وہ آنکھوں کے سامنے ہوں۔ پھر توبہ و استغفار کا سلسلہ شروع ہوا تو یکدم بجلی بند کر دی گئی۔ اب اندھیرا تھا۔ عرقسوسی صاحب کی آواز میں جذبات کی وجہ سے ارتعاش پیدا ہو رہا تھا۔ سب رفقاء اپنے اعمال پر توبہ و استغفار کر رہے تھے۔ روتے جاتے تھے، استغفار کرتے جاتے تھے۔ پہلے سسکیوں کی آوازیں آتی رہیں، اس کے بعد ہچکیوں کی۔ تھوڑی دیر کے بعد روشنی کر دی

گئی اور سب رفقاء رومال سے اپنے آنسو پونچھتے اِدھر اُدھر ہو گئے۔ اس طرح کا پروگرام جہاں تک مجھے یاد ہے، کراچی میں بس صرف ایک ہی دفعہ ہوا۔ اس کے بعد وہی سابقہ طریق پر شب بیداری کے پروگرام ہونے لگے۔

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ رمضان کی طاق راتوں میں، شاید ستائیسویں رمضان کی شب کو مسجد خضراء ہی میں شب بیداری کا پروگرام تھا۔ یہ کوئی صبح صادق سے ایک دو گھنٹے پہلے کا وقت ہوگا۔ میں نے خورشید بھائی کو بلایا تو اور رفقاء بھی آ گئے۔ سب نے دیکھی۔ یہ پُراسرار چیز کیا تھی؟ کیا فرشتے تھے؟ کیا یہ رات واقعی لیلۃ القدر تھی!! ہم لوگ مسرت اور حیرت کے جذبات میں موجزن تھے۔ مسجد خضراء سے اور بھی ہماری بہت سی یادیں وابستہ ہیں، جن کا ذکر آگے اپنی جگہ آئے گا۔

ابھی تک جمعیت کا دفتر قائم نہیں ہوا تھا، اس لیے رفقاء و کارکنان کے اکثر اجتماعات خورشید احمد بھائی کے گھر پر ہوتے تھے۔ رفقاء آتے جاتے بھی وہاں جا کر بیٹھ جاتے تھے، گو اس سے خورشید بھائی (جو اپنے مطالعہ وغیرہ کے پروگرام کے سخت پابند تھے) ڈسٹرب ہو جاتے تھے لیکن کچھ کہنا تو درکنار کبھی ماتھے پر شکن تک نہیں آتی تھی۔ خورشید بھائی کے گھر کے قریب ایک فلیٹ میں مرغوب احمد رہتے تھے۔ انجینئرنگ کالج کے طالب علم، جمعیت کے رکن اور

بڑی دلآویز شخصیت کے مالک تھے۔ عبدالمجیب میرے میٹرک کے کلاس فیلو تھے۔ میٹرک کرنے کے بعد میری ہی طرح دن میں سرکاری ملازمت اور رات کو اردو کالج میں پڑھتے تھے۔ ان کے گھر میرا آنا جانا رہتا تھا اور انہیں جمعیت میں لانے کا ذریعہ میں ہی بنا تھا۔ ایک روز ہم تینوں خورشید بھائی کے کمرہ میں بیٹھے تھے۔ باہر شدید بارش ہو رہی تھی۔ سڑک پر گھٹنوں گھٹنوں پانی تھا۔ ہم لوگ گرم گرم چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ میں نے کہا کہ ''لی مارکیٹ جیکب لائن'' میں ہمارے کئی رفقاء اور ساتھی (سردار اختر کا نام یاد ہے جو بعد میں انجینئر کی حیثیت سے کراچی پورٹ ٹرسٹ میں ملازم ہوئے) جھگیوں اور کچے مکانات میں رہتے ہیں۔ اس شدید بارش میں ان کا کیا حال ہوگا! وہ ہمارے ساتھی اور تحریکی بھائی ہیں۔ ہمیں فوراً چل کر جو کچھ ہو سکے ان کی مدد کرنی چاہیے۔ میری بات میں کچھ اتنا سوز تھا کہ مرغوب بھائی اور عبدالمجیب دونوں چلنے کے لیے

(باقی صفحہ 19 پر)

امریکی سینیٹر جان میک کین کا دعویٰ

صدر مشرف کے لیے ایک چیلنج

ارشاد احمد حقانی

صدر بش کی ری پبلکن پارٹی کے انتہائی ممتاز سینیٹر جان میک کین نے سی بی ایس ٹیلی ویژن چینل کو خصوصی انٹرویو دیتے ہوئے کہا ہے کہ امریکہ یہ یقین دہانی نہیں کرا سکتا کہ باجوڑ ایجنسی میں حال ہی میں جو واقعہ ہوا ہے اور جس میں کم از کم 18 بے گناہ مرد' عورتیں اور بچے ہلاک ہوئے ہیں' اس طرح کے واقعات کا آئندہ اعادہ نہیں ہو گا۔ انہوں نے کہا ہے کہ بے گناہ شہریوں کی ہلاکتوں پر ہمیں دکھ ہے۔ ہم اس پر اظہار افسوس کرتے ہیں لیکن چونکہ امریکہ القائدہ کے خلاف ایک زبردست مہم جاری رکھے ہوئے ہے اس لیے القائدہ کے لوگوں کا پیچھا کرنا اور ہر ممکن ذریعے سے انہیں ہلاک کرنا امریکہ کا مقصد اولیٰ ہے' اسی مقصد کی تکمیل کی خاطر باجوڑ ایجنسی میں کارروائی کی گئی اور آئندہ بھی کبھی اطلاع ملی کہ پاکستان کے کسی سرحدی علاقے میں القائدہ کا کوئی آدمی موجود ہے تو ہم ہر ممکن طریقے سے اس کا پیچھا کریں گے' اس کو ہلاک کریں گے اور اگر اس کوشش اور عمل کے نتیجے میں کوئی بے گناہ شہری بھی ہلاک ہو جائے تو اس قسم کی کارروائی سے بچنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہوگا۔

سینیٹر جان میک کین کی صاف گوئی کی داد دینی چاہیے کہ انہوں نے کسی قسم کی لگی لپٹی رکھے بغیر اپنے عزائم واضح کر دیے ہیں اور بلا جھجک کہہ دیا ہے کہ ہم ہرگز یہ یقین دہانی کرانے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ آئندہ ہماری فوجی کارروائی کے نتیجے میں کوئی بے گناہ پاکستانی شہری ہلاک نہیں ہوگا۔

باجوڑ ایجنسی کا حالیہ المیہ بعض حوالوں سے بالکل واضح اور مبرہن ہے کہ امریکی میزائل چلائے گئے۔ کچھ گھروں کو نشانہ بنایا گیا جس کے نتیجے میں ہلاکتیں ہوئیں لیکن متعدد امریکی ذرائع نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ اس ساری کارروائی سے متعلق جو خفیہ معلومات تھیں پاکستان کی انٹیلی جنس ایجنسیاں ان سے باخبر تھیں۔ ان کے ساتھ امریکی ایجنسیوں اور افواج کا مکمل رابطہ تھا' کوآرڈی نیشن تھی اور جو بھی کارروائی کی گئی ہے وہ پاکستانی ایجنسیوں کے پوری طرح علم میں تھی اور وہ ہونے والے امکانی حملے سے پوری طرح باخبر تھیں۔ ایک طرف یہ حالت ہے اور دوسری طرف آئی ایس پی آر کے سربراہ میجر جنرل شوکت سلطان اور وزیر اطلاعات شیخ رشید احمد حادثے کے بعد اخبار نویسوں کے سوالات کے جواب میں موقف اختیار کرتے ہیں کہ واقعے کی تحقیقات کی جا رہی ہیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش ہو رہی ہے کہ یہ حادثہ کس طرح ظہور پذیر ہوا ہے۔ اب اگر امریکی ذرائع کی اطلاع درست ہے کہ کارروائی سے پہلے پاکستانی خفیہ ایجنسیوں سے مکمل ارتباط عمل تھا تو اس کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں یا تو دونوں مذکورہ حضرات (اور حکومت پاکستان) تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہیں انہیں پوری کارروائی کا علم تھا یا پھر یہ دونوں بظاہر انتہائی ذمہ دار اور باخبر حضرات باجوڑ میں ہونے والے امکانی کارروائی سے بالکل لاعلم اور بے خبر تھے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ پاکستان کے کسی سرکاری ذریعے نے امریکی حلقوں کے اس دعوے کی تردید نہیں کی کہ پاکستان کی خفیہ ایجنسیاں اس کارروائی سے پوری طرح باخبر اور اس کی منصوبہ بندی میں پوری طرح ملوث تھیں۔

> **سینیٹر جان میک کین کا بیان صدر کی خود اعتمادی کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیا صدر مشرف یہ کہنے کے لیے تیار ہیں کہ آئندہ امریکہ کسی مبیّنہ جہادی یا القائدہ لیڈر کے خلاف پاکستانی حدود میں کارروائی کرے گا تو اُسے برداشت نہیں کیا جائے گا؟**

اس خاموشی کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں سمجھا جا سکتا کہ امریکی دعوے کو وزن دیا جائے اور اسے درست قرار دیا جائے۔ اب اگر حقیقت یہی ہے تو پاکستان کے جن حلقوں نے امریکہ کے آگے سرنگوں ہو جانے کی شکایت کی ہے ان کے الزام کو بے وزن قرار نہیں دیا جا سکتا۔

قاضی حسین احمد اور جنرل حمید گل تو بہر حال امریکہ اور پاکستان کے موجودہ تعلقات کے ناقد ہیں ہی' حکمران مسلم لیگ کے صدر چودھری شجاعت حسین نے بھی باجوڑ کے حملے کو پاکستان کی حاکمیت کے احترام کے تقاضوں کے منافی قرار دیا ہے۔ سارے ملک میں اس واقعے کے خلاف احتجاجی مظاہرے ہوئے ہیں جس سے پاکستانی رائے عامہ کی سوچ اور رجحانات کا واضح اظہار ہوتا ہے۔

یہ پوری صورتحال حکومت پاکستان کے لیے ایک لمحہ فکریہ بھی ہے اور ایک چیلنج بھی۔ اگر وہ تردید نہیں کرتی کہ مذکورہ کارروائی ہماری خفیہ ایجنسیوں کے ارتباط سے ہوئی ہے تو وہ امریکی اطلاع بلکہ الزام کو حق بجانب تسلیم کرتی ہے اور یہ ایک نہایت خطرناک بات ہے اور اگر وہ اس اطلاع کو محض ایک الزام قرار دیتی ہے تو اسے کھل کر اس کی تردید کرنی چاہیے۔ رسمی طور پر ابھی تک حکومت پاکستان اور اس کے ترجمانوں کا موقف یہی ہے کہ یہ سب کچھ ہماری اطلاع اور ہمارے علم کے بغیر ہوا ہے نیز یہ کہ (بقول شیخ رشید احمد) وہ اس طرح کے واقعات کا آئندہ اعادہ نہیں ہونے دیں گے لیکن ممتاز ری پبلکن سینیٹر جان میک کین ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ اس طرح کے واقعات آئندہ بھی ہو سکتے ہیں اور ہم القائدہ کے خلاف اپنے اہداف اور مقاصد کے حصول کے لیے وہ سب کچھ کریں گے جس کی ہم ضرورت محسوس کریں گے اور اس میں بے گناہ شہریوں پر بموں اور میزائلوں کے حملے بھی شامل ہیں۔

صدر پرویز مشرف نے حال ہی میں سی این این/آئی بی این چینل کے لیے ممتاز ہندوستانی صحافی کرن تھاپڑ کو جو تفصیلی انٹرویو دیا ہے اس میں انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ پاکستان کو درپیش داخلی اور خارجی مسائل سے بالکل مغلوب یا مرعوب نہیں ہیں۔ وہ پوری طرح معاملات پر حاوی ہیں اور تمام ریاستی ادارے نہ صرف ان کے ساتھ ہیں بلکہ وہ جس سے تھوڑی سی بھی سرتابی کا مظاہرہ دیکھیں' اسے اٹھا کر باہر پھینک سکتے ہیں۔ مذکورہ تفصیلی انٹرویو کئی حوالوں سے تبصرے کا محتاج اور طالب ہے لیکن اس وقت ہم جس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں وہ یہ ہے کہ اس انٹرویو میں صدر نے کسی بھی قومی مقصد یا ہدف پر کوئی آنچ نہ آنے دینے کا دعویٰ کیا ہے اور ایک کمانڈو کی سی خود اعتمادی کے ساتھ موقف اختیار کیا ہے کہ پاکستان کو جتنے بھی مسائل

(باقی صفحہ 19 پر)

مولانا سید وصی مظہر ندوی (مرحوم)

قاضی عبدالقادر

لیجیے مولانا سید وصی مظہر ندوی صاحب بھی داغ مفارقت دے گئے اور اللہ کو پیارے ہو گئے۔

﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ o وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ o﴾ (سورۃ رحمٰن:26-27)

''ہر چیز جو اس زمین پر ہے فنا ہو جانے والی ہے اور صرف تیرے رب کی جلیل و کریم ذات ہی باقی رہنے والی ہے''۔

کچھ عرصہ قبل وہ پاکستان سے کینیڈا (ٹورنٹو) مع بیگم کے اپنے بڑے بیٹے کے پاس منتقل ہو گئے تھے جہاں چندروز ہسپتال میں رہ کر 2 جنوری 2006ء بروز پیر داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

مولانا 26 اگست 1924ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ اُن کے والد محترم سید حبیب اصغر ندوی دارالعلوم ندوۃ العلماء سے فارغ التحصیل تھے۔ عربی' اُردو اور فارسی پر پورا عبور رکھنے کے علاوہ طب کی سند بھی رکھتے تھے۔ مولانا کے دادا سید صادق علی نے لکھنؤ میں ''صادق الادویہ'' کے نام سے ایک بڑا یونانی دواخانہ قائم کیا تھا جو شہر بھر میں بلکہ بیرون شہر بھی معروف تھا۔ دادا کے بعد والد صاحب مطب کرتے تھے جو بہت چلتا تھا۔ اندازہ اس سے لگائیے کہ مولانا کے دادا جان اور والد صاحب دونوں انکم ٹیکس ادا کرتے تھے۔

انہیں بچپن میں اُردو اور عربی گھر پر والد صاحب نے ہی پڑھائی۔ ندوۃ العلوم میں داخلہ لیا اور نو سال میں تعلیم مکمل کی۔ اُن کے اساتذہ میں مولانا ابوالحسن علی ندوی (علی میاں) مولانا ناظم علی ندوی' مولانا مسعود عالم ندوی' مولانا عبدالسلام قدوائی' مولانا شبلی اعظم گڑھی' مولانا حیدر حسن خان ٹونکی اور مفتی محمد سعید شامل تھے۔ اِس دوران ندوۃ کی طلبہ کی انجمن ''الاصلاح'' کے متفقہ طور پر صدر چنے گئے اور آپ نے طلبہ کی دینی اصلاح کے لیے بہت کام کیا۔ شروع میں تبلیغی جماعت سے متاثر تھے اور چلہ لگایا کرتے تھے۔ انہوں نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کا نام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب کے درسِ قرآن میں سُنا تو ماہنامہ ''ترجمان القرآن'' کا مطالعہ شروع کر دیا جو دارالعلوم اور اُن کے دواخانہ میں آیا کرتا تھا۔ اُن کی ندوۃ کے ایک سینئر رفیق سے ملاقات ہوئی جو جماعت اسلامی لکھنؤ کے امیر بھی تھے۔ ان سے جماعت اسلامی کا تفصیلی تعارف حاصل ہوا۔ پٹھان کوٹ (جماعت اسلامی کا مرکز دارالسلام) جا کر مولانا مودودی صاحب سے ملاقات کی جس کے نتیجہ میں جماعت اسلامی میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ پنجاب سے الہ آباد کے اجتماع میں جانے کے لیے جب مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی ٹرین بدلنے کے لیے لکھنؤ کے اسٹیشن پر ٹھہرے تو مولانا ندوی دونوں حضرات کو اپنے گھر لے گئے جنہوں نے وہیں قیام کیا اور مولانا ندوی کو اُن کی خدمت اور جماعت کا تفصیلی تعارف حاصل کرنے کا بہترین موقع ملا۔ دونوں حضرات کے ساتھ مولانا ندوی بھی جماعت کے اجتماع میں شرکت کے لیے الہ آباد چلے گئے۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد مولانا ندوی کی درخواست رکنیت منظور کر لی گئی اور لکھنؤ کے سالانہ اجتماع (1946) میں انہوں نے حلفِ رکنیت اٹھایا۔ اُس وقت اُن کی عمر 22 سال تھی۔

17 اکتوبر 1947ء کو براہ بمبئی مولانا بحری راستہ سے کراچی آ گئے۔ شمس العلماء علامہ ڈاکٹر داؤد پوتہ کی سفارش پر مولانا کو نور محمد ہائی اسکول حیدرآباد (سندھ) میں بطور استاد ملازمت مل گئی۔ یکم جنوری 1948ء سے 1951ء تک مدرسہ ہی میں پڑھاتے رہے۔ 1952ء سے 1957ء تک سندھ اور نیشنل کالج حیدرآباد میں مدرس کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ ہالا (سندھ) میں جب جماعت اسلامی نے شاہ ولی اللہ اور نیشنل کالج منصورہ کی داغ بیل ڈالی تو مولانا بطور استاد اور وائس پرنسپل وہاں منتقل ہو گئے۔ اور تقریباً دس سال تک وہیں خدمات انجام دیں۔

حیدرآباد (سندھ) میں جماعت اسلامی کی تاسیس مولانا ندوی صاحب نے کی۔ اجمیر (انڈیا) سے آئے ہوئے ایک رکن جماعت مولانا عبدالواحد اور ایک پرانے ہمدرد غلام حسین میمن کے ساتھ مل کر مقامی جماعت قائم کی جس کا امیر مولانا ہی کو منتخب کیا گیا۔ اس کے بعد ضلع اور ڈویژن کے بھی امیر رہے۔ چوہدری غلام محمد صاحب کراچی کے امیر جماعت اور سندھ کے نگراں تھے۔ انہوں نے بالائی سندھ میں مولانا جان محمد بھٹو صاحب اور زیریں سندھ میں مولانا وصی مظہر ندوی صاحب کو نائب قیم مقرر کیا۔ اسی کے ساتھ مولانا جماعت اسلامی کی مرکزی شوریٰ کے رکن بھی رہے دعوت کو پھیلانے کے لیے مولانا نے زیریں سندھ میں شب و روز نہایت محنت سے کام کیا۔ میرپور خاص' ٹنڈو جام ٹنڈو محمد خان' ٹنڈو آدم' سانگھڑ' سکرنڈ اور دیگر شہروں اور دیہات میں جا کر جماعت کی دعوت پہنچائی اور نئے نئے حلقے قائم کئے۔ وسائل کی شدید کمی تھی۔ مولانا نے ایک دفعہ بتایا کہ وہ حیدرآباد سے ٹنڈو جام دعوت کے سلسلہ میں سائیکل پر آتے جاتے تھے۔ جس کا فاصلہ حیدرآباد سے تقریباً 20 کلو میٹر ہوگا۔ اُس زمانہ میں وسائل کے ساتھ ساتھ افرادِ کار کی بھی بہت کمی تھی۔ مولانا بتاتے ہیں کہ کہیں جلسہ کرنا ہوتا تھا تو اُس کے اعلانات کرنے' جلسہ کا اہتمام کرنے' دریاں بچھانے سب میں' میں شریک ہوتا تھا اور پھر تقریر بھی مجھے ہی کرنی ہوتی تھی۔

جنرل ایوب خان کے دور میں جماعت اسلامی پر پابندی لگا دی گئی اور اُس کی مرکزی مجلس شوریٰ کے تمام ارکان کو گرفتار کر لیا گیا جن میں مولانا ندوی بھی شامل تھے تقریباً نو ماہ تک وہ پابند سلاسل رہے اور پھر ہائی کورٹ کے ایک حکم کے تحت رہائی نصیب ہوئی۔

ملکی انتخابات میں حصہ لینے سے جماعت اسلامی کو جو نقصان ہوا اور کارکنوں میں جو انحطاط عمل میں آیا اُس کے سلسلہ میں مولانا ندوی اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں کہ:

''میری مجلس شوریٰ کے اجلاسوں' تدوین دستور کی مجلس کے اجلاسوں میں یا مولانا مودودی صاحب جب حیدرآباد کا دورہ کرتے تو اُن سے تفصیلی ملاقاتیں ہو جاتی تھیں جن میں کام کے طریق کار اور دیگر اہم جماعتی' قومی وملی امور موضوع گفتگو ہوتے تھے۔ بہت سے معاملات پر مجھے اُن سے اختلاف بھی ہوتا تھا۔ مولانا محترم بغور سنتے اور عموماً معاملات حل ہو جاتے تھے۔ تاہم یہ اختلافات جماعت پر نہیں بعض فیصلوں پر ہو جاتے تھے' اُن میں سب سے اہم فیصلہ یہ تھا کہ جماعت اسلامی نے صالح قیادت کو برسرِاقتدار لانے کے لیے انتخابات میں شمولیت کا فیصلہ کیا۔ مولانا مودودی نے یہ اندازہ لگایا کہ مسلم لیگ کا اثر علامۃ الناس میں ختم ہو چکا ہے اور کوئی دوسری ایسی جماعتیں ملک میں موجود نہیں جو عوام کو منظم کر سکیں۔ ایک قسم کا سیاسی خلاء موجود تھا۔ مولانا مودودی نے ہندوستان سے آنے والے مہاجرین کے کیمپوں میں بہت کام کیا تھا' اس طرح پنجاب کے بعض اضلاع میں سیلاب زدگان کی جماعت نے بہت مثالی خدمت انجام دی' اس کے بعد ان کے سامنے یہ مبالغہ آمیز تصویر آئی کہ جماعت اسلامی کے اثرات دُور دُور تک پھیل گئے ہیں۔ ان مفروضات کی بنیاد پر فیصلہ کیا گیا کہ اب ہم اسلامی ریاست کے قیام کے لیے صالح قیادت برسرِاقتدار لا سکتے ہیں۔ جماعت اسلامی تطہیر و تعمیر افکار' تنظیم و تربیت اور اصلاح معاشرہ کے لیے کام کر رہی تھی۔ میرا تصور یہی تھا کہ یہ کام جاری رہے تو نظام حکومت کی تبدیلی کسی نہ کسی شکل میں اللہ کی تائید سے آ جائے گی۔ مولانا مودودی کا خیال تھا کہ اسلامی جذبات سے فائدہ اٹھایا جائے اور ملک میں صالح قیادت کو برسرِاقتدار لے آیا جائے کیونکہ جب حکومتی ذرائع ہوں گے تو ہم اصلاح کا کام زیادہ بہتر انداز میں کر سکیں گے۔ یہ رائے مبالغہ آمیز اور خوش فہمی پر مشتمل تجزیوں کی وجہ سے قائم ہوئی تھی۔ اس کے بعد پنجاب کے صوبائی انتخابات میں حصہ لینے کا تجربہ کیا گیا جو ناکام رہا۔ 50 سے زائد اُمیدواروں میں صرف مولانا معین الدین لکھوی کامیاب ہوئے تھے' وہ بھی اپنی ذاتی حیثیت میں۔ اسی طرح بہاولپور کے پنچایتی انتخابات' جن میں کڑی شرائط کے ساتھ نمائندوں کو ٹکٹ دیئے گئے لیکن وہاں بھی خرابیاں دیکھنے کو ملیں۔ میرے خیال میں انتخابات میں حصہ لینے سے جماعت اسلامی کے کارکنوں میں

انحطاط شروع ہوا جو مسلسل بڑھتا رہا۔"

جماعت اسلامی کی اعلیٰ قیادت میں طریق کار کے سلسلہ میں جو شدید اختلافات پیدا ہوئے اُس کو حل کرنے کے لیے جماعت اسلامی پاکستان کے ارکان کا ایک اجتماع فروری 1957ء میں ماچھی گوٹھ میں منعقد ہوا۔ جس کے بعد اعلیٰ قیادت میں سے بہت سے رہنما جماعت سے نکل گئے۔ مولانا ندوی اپنے انٹرویو میں کہتے ہیں کہ "میرا مولانا کے فیصلوں اور ماچھی گوٹھ کے اجتماع سے اختلاف تھا لیکن میں نے دیگر لوگوں کی طرح جماعت سے علیحدگی اختیار کی نہ مجھے اس وقت نکالا گیا۔ انہی دنوں میں منصورہ (ہالا) منتقل ہو گیا تھا جہاں تعلیم و تربیت کا کام بڑے منظم انداز سے کیا گیا۔ میرا خیال یہ بھی تھا کہ ہم اگر اسی حکمتِ عملی پر کاربند رہیں جس کے تحت اسلامی دستور کے نفاذ کی مہم چلائی گئی تو دیگر دینی مسلکوں کا تعاون بھی حاصل رہتا۔" مولانا مزید فرماتے ہیں۔ "(1970ء کے) انتخابات میں' میں نے محسوس کیا کہ رکنیت کا معیار گر گیا ہے۔ جماعت کے کارکنوں کی امتیازی حیثیت ختم ہونے لگی۔ جو باتیں ہم لٹریچر میں پڑھاتے اور قابلِ مذمت جنہیں ٹھہراتے وہ کارکنوں میں درجہ بدرجہ آنے لگیں۔ پھر معاملات کے حل کے لیے کمیٹیاں بھی تشکیل پائیں لیکن مجھے اس کا بہت صدمہ ہوا کہ کچھ حضرات نے میری سوچ کی روح کو سمجھے بغیر مجھے جماعت اسلامی کے طریقہ کار کا مخالف گرداننا شروع کر دیا"۔

1970ء کے عام انتخابات میں جماعت اسلامی کو کیوں شدید ہزیمت کا سامنا ہوا اور اس کی شکست کے اسباب کیا تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا ندوی اپنے انٹرویو میں فرماتے ہیں:

"مولانا مودودی نے 1970ء کے انتخابات سے قبل ملک کے دونوں حصوں (مشرقی و مغربی پاکستان) میں یومِ شوکتِ اسلام منانے کا اعلان کیا۔ یہ بہت کامیاب رہا۔ (31 مئی) تاہم اس سے دو بڑے نقصانات ہوئے۔ پہلا یہ کہ اسلام مخالف قوتوں نے ہمیں خطرہ سمجھتے ہوئے مذہبی عناصر میں انتشار پیدا کرنے کی منصوبہ بندی کر لی اور پیسے کی بنیاد پر بعض جماعتوں کو مسلک کی بنیاد پر ہمارے سامنے لا کھڑا کیا۔ دوسرا نقصان یہ ہوا کہ یومِ شوکتِ اسلام کی کامیابی سے ہمیں غلط فہمی پیدا ہو گئی کہ پورا ملک ہمارے ساتھ ہے۔ اس لیے جماعت اسلامی نے بہت زیادہ نشستوں پر اپنے امیدوار کھڑے کر دیے۔ نتیجہ یہ آیا کہ مشرقی پاکستان میں ہمارا کوئی نمائندہ کامیاب نہیں ہوا جبکہ مغربی پاکستان میں صرف چار امیدوار کامیاب ہو سکے۔ مولانا مودودی کی قیادت میں بحث و مباحثہ کی کھلی اجازت دی جاتی تھی۔ شوریٰ میں بحث کے بعد ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کا کام تمام رپورٹوں کا جائزہ لے کر لائحہ عمل کے بارے میں اہم فیصلہ کرنا تھا۔ چودہ ماہ کے بعد فروری 1972ء میں مجلس عاملہ کے اجلاس میں اس سلسلہ میں تین نقطہ نظر سامنے آئے (۱) پالیسی درست ہے' ہمیں مایوسی کا خاتمہ کرنا چاہیے اور جدوجہد تیز کی جائے (۲) جماعت اسلامی اپنے کام سے دور چلی گئی ہے انتخابی لائحہ عمل ملتوی یا موخر کر کے اصلاح کا کوئی اور طریقہ اختیار کیا جائے۔ (۳) ہمیں یکدم لائحہ عمل چھوڑنے سے نقصان ہوگا اور اسلام کے بارے میں مایوسی پیدا ہو گی...... بہر حال بحث و مباحثہ کے بعد یہ طے پایا کہ ملک کا ایک بازو ٹوٹ جانے کے بعد عوام میں مایوسی بہت بڑھی ہے۔ ہمیں عوام سے رابطہ کا کام موثر کرنا چاہیے۔ اور پرنالہ وہیں گرتا رہا۔

صوبہ سندھ کے امیر مولانا جان محمد عباسی تھے اور قیم کی حیثیت سے مولانا وصی مظہر ندوی کام کر رہے تھے۔ میرا اپنا خیال ہے کہ ان دونوں میں جماعتی معاملات پر پوری طرح ہم آہنگی نہیں تھی۔ ویسے بھی صوبہ سندھ (کراچی کے علاوہ) خاص کر حیدر آباد اور زیریں سندھ میں جماعت اسلامی کے کام کے بانی مولانا وصی مظہر ندوی صاحب تھے۔ اُس وقت جماعت میں مولانا عباسی کا وجود ہی نہیں تھا۔ اب وہ امیر جماعت تھے اور مولانا ندوی کو اُن کے تحت کام کرنا پڑ رہا تھا۔ یوں تو ایک حبشی بھی امیر بنا دیا جائے تو اس کی اطاعت کرنی چاہیے لیکن جب طریق کار اور لائحہ عمل میں اختلاف پیدا ہو جائے تو یہ **Equation** کس طرح چل سکتی تھی۔ مولانا ندوی کو اسی وجہ سے یہ کہنا پڑا کہ "بعض عناصر مجھے برداشت نہیں کر رہے تھے اور میری تنقید برائے اصلاح کو غلط رُخ دیا جا رہا تھا"...... مولانا ندوی پر شدید دباؤ پڑا کہ وہ جماعت سے استعفیٰ دے کر الگ ہو جائیں مگر وہ مستعفی ہونے کو کسی طرح تیار نہ تھے۔ آخر کو "بعض عناصر" کے اشارے پر اُن کا جماعت اسلامی سے اخراج عمل میں آیا۔

حیدر آباد کی ایک معروف شاہراہ پر مولانا ندوی نے دینی علوم کی تدریس اور اشاعت کے لیے ایک ادارہ جامعہ اسلامیہ کے نام سے بنایا تھا۔ جماعت اسلامی سے اخراج کے بعد انہوں نے اپنی پوری توجہ اس ادارہ کی طرف مبذول کر دی اور درس و تدریس کا وسیع پیمانہ پر سلسلہ شروع کر دیا۔

راقم کا مولانا ندوی سے پہلا تعارف بہاولپور کے ریاستی انتخابات (1953ء) کے موقع پر ہوا۔ جماعت اسلامی اِن انتخابات میں حصہ لے رہی تھی۔ افرادِ کار کی وہاں کمی واقع ہوئی تو کراچی سے اسلامی جمعیت طلبہ کا ایک گروپ بھی وہاں کام کرنے کے لیے پہنچا جس میں راقم بھی شامل تھا۔ میری چند ساتھیوں کے ساتھ ڈیوٹی قصبہ قائم پور (تحصیل حاصل پور) میں لگی۔ ہم وہاں کام کر رہے تھے۔ ایک روز ڈاکٹر نذیر مسلم صاحب کی قیادت میں ایک جیپ کے اندر کچھ رفقاء دورہ کرتے ہوئے آئے۔ جن میں مولانا وصی مظہر ندوی صاحب بھی شامل تھے۔ ہمارے حلقہ میں افرادِ کار کی کمی تھی اس لیے ہماری مدد کے لیے مولانا ندوی کو وہاں اُتار دیا گیا۔ میری ڈیوٹی حلقہ کے ووٹروں کی فہرست چیک کرنے کی تھی۔ مولانا ندوی میرے معاون بن گئے۔ ہم لوگ فہرست چیک کرتے جاتے۔ عجیب عجیب نام آتے تھے کہ ہنسی چھوٹ پڑتی تھی۔ مولانا ندوی زندہ دل آدمی تھے۔ خود بھی ہنستے تھے' مجھے بھی ہنساتے تھے۔ اِس طرح ہم کام بنٹاتے رہے۔ یہ میری اُن سے پہلی ملاقات تھی۔ معلوم ہوا کہ حیدر آباد (سندھ) کے امیر جماعت ہیں۔ دھان پان سے آدمی تھے لیکن تحریکی کاموں کے لیے جسم میں جیسے بجلی بھری ہوئی تھی۔ بہت تیزی اور انہماک سے بہترین انداز میں کام کرنے والے تھے۔ بعد میں جلسوں وغیرہ میں میں نے انہیں دیکھا' علیک سلیک بھی ہوتی رہی' تفصیلی ملاقات نہیں ہوئی۔

1973ء کے اوائل میں' میں نے بھی جماعت اسلامی کو خیر آباد کہہ کر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی دعوتِ قرآنی میں تعاون کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کے ساتھ میرا متعدد بار حیدر آباد جانا ہوا۔ مولانا ندوی سے بھی ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ وہ ہمارے کام میں تعاون کر رہے تھے۔ حیدر آباد اور اس کے گردونواح میں مولانا ہی کے تعاون سے مختلف مساجد اور خود مولانا کے دینی ادارہ میں ڈاکٹر صاحب کے درس قرآن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ایسا بھی ہوتا کہ ڈاکٹر صاحب کراچی میں ہوتے تو وہ حیدر آباد سے کراچی تشریف لاتے۔ ابتداء میں خاصے عرصہ تک چونکہ ڈاکٹر صاحب کا قیام غریب خانہ ہی پر ہوا کرتا تھا اس لیے مجھے مولانا ندوی صاحب کی بھی میزبانی کا شرف حاصل ہوتا رہا۔ کبھی کبھار اُن کا قیام میرے ہی ہاں ہو جاتا حالانکہ اُن کے قریبی عزیز کراچی میں موجود ہیں۔

جماعت اسلامی سے اخراج کے بعد مولانا ندوی صاحب نے جماعت کے سلسلہ میں ایک کتاب تحریر کرنے کا ارادہ کیا۔ ظاہر ہے کہ اس میں طریق کار' لائحہ عمل اور جماعت' اس کے کارکنوں کی کمزوریوں اور اپنے اختلافات کا ذکر ہوتا۔ ممکن ہے یہ کتاب کسی مخالفت کا آغاز ہوتی۔ یہ بات جب ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے سامنے آئی تو انہوں نے مولانا کو مشورہ دیا کہ اگر انہیں کتاب تحریر اور شائع کرنے کے بعد اپنے طریق کار کے مطابق کوئی جماعت بنانے کا ارادہ ہو تو ضرور کتاب شائع کریں ورنہ یہ لاحاصل ہو گی اور کارِ عبث شمار ہو گا۔ مولانا نے ڈاکٹر صاحب کے مشورہ کو تسلیم کیا اور کتاب تحریر کرنے کا ارادہ ختم کر دیا۔

مولانا ندوی' ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور یا تنظیم اسلامی میں باقاعدہ شامل نہیں ہوئے' البتہ ہر طرح سے تعاون کرتے رہے۔ مرکزی انجمن خدام القرآن کے تحت ہر سال قرآن کانفرنس منعقد کی جاتی تھیں یا سالانہ محاضرات ہوتے تھے۔ مولانا کو دعوت دی جاتی تھی اور وہ ہمیشہ شریک ہوتے تھے۔ تنظیم اسلامی قائم ہوئی تو اس کا ایک حلقہ "مستشارین" تھا جو علماء پر مشتمل تھا تاکہ مختلف درپیش مسائل پر اُن سے مشورہ لیا جا سکے۔ مولانا ندوی نے بخوشی اِس کی رکنیت قبول فرمائی۔

مولانا کا صحافت سے بھی تعلق رہا۔ وہ روزنامہ "وفاق" لاہور کے مدیر رہے نیز حیدر آباد سے ماہنامہ "فروغ" کا اجراء کیا۔ مختلف رسائل و جرائد مثلاً " ہفت روزہ تکبیر" روزنامہ "جسارت" روزنامہ "جنگ" روزنامہ "اُمت" اور ماہنامہ "میثاق" وغیرہ میں اُن کے مضامین شائع ہوتے رہے۔ کینیڈا میں ایک جریدے "آفاق" سے بھی وابستہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے ریڈیو جدہ سے متعدد تقاریر کیں جن کا مجموعہ شائع ہوا۔

مولانا ندوی سیاست میں بھی سرگرم رہے۔ حیدر آباد شہر کے دو دفعہ میئر منتخب ہوئے۔ احد یوسف اور مولانا ندوی کا مقابلہ رہتا۔ دونوں کا تعلق لکھنؤ سے تھا۔ دونوں دوست بھی تھے اور حریف بھی۔ میئر کبھی مولانا ندوی منتخب ہوتے تو کبھی احد یوسف صاحب۔

جنرل ضیاء الحق کی کابینہ میں وزیر مذہبی و اقلیتی اُمور

رہے۔ اُن کے بقول یہ وزارت اس لیے قبول کی کہ اس ذریعہ سے دین کا کام لے سکوں لیکن یہ محدود وقت رہا۔ وہ کہتے تھے کہ جب میں رکن قومی اسمبلی تھا تو میں نے وزیر اعظم محمد خان جونیجو کو بہت ترغیب دی کہ وہ اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کر دیں لیکن وہ تیار نہیں ہوئے اور نہ میں انہیں اس طرف لانے میں کامیاب ہو سکا۔

مولانا دیانت و امانت کے پیکر تھے۔ جب وہ حیدر آباد شہر کے میئر تھے تو ایک شناسا نے اُن کے گھر کی بیٹھک (جو ایک چھوٹے سے کمرہ پر مشتمل تھی اور فرشی ہوتی تھی) میں تقریباً روزانہ آنا شروع کر دیا۔ وہ مولانا کے بچوں کے لیے بسکٹوں کے ڈبے لے کر آتا تھا۔ ایک روز اُس نے مولانا سے کہا کہ حضرت! میونسپل کارپوریشن کا فلاں کام ہے۔ اُس کا ٹھیکہ مجھے دلوا دیجئے۔ مولانا کو سخت طیش آیا۔ جیب سے بسکٹوں کی رقم نکال کر اور اُس کو دے کر سخت غصہ میں کہا: اسی وقت فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔

میرے ایک دوست ہیں۔ مولانا جب قومی اسمبلی کے رکن تھے۔ میرے ان دوست کو ایک سلسلہ میں مولانا کے ذریعہ اسمبلی میں سوال کرانا تھا۔ اور اس سلسلہ میں متعلقہ وزارت کے وزیر صاحب سے ملاقات کر کے مسئلہ حل کرانا تھا۔ کام اُن کا بالکل جائز تھا مولانا نے فرمایا کہ ابھی تو اسمبلی کا اجلاس نہیں ہو رہا۔ جب ہوگا تو وزیر موصوف سے مل لوں گا (اسمبلی کے اجلاس کے لیے مولانا کو سرکاری آمد و رفت کا ٹکٹ ملتا)۔ میرے دوست نے جیب سے ٹکٹ کی رقم نکال کر دی اور اصرار کیا کہ آپ جلد اسلام آباد چلے جائیں۔ کچھ روز کے بعد جب مولانا کراچی آئے تو وہ دوست اُن سے ملے۔ مولانا نے فرمایا کہ میں نے اسلام آباد جا کر آپ کی بات وہاں تک پہنچا دی ہے۔ یہ کہہ کر جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ رقم نکال کر انہیں دی۔ انہوں نے پوچھا' مولانا یہ کیسی رقم ہے؟ جواباً ارشاد فرمایا کہ مجھے ایک ضروری کام سے اسلام آباد سرکاری طور پر بلایا گیا تھا جہاں میں نے آپ کا کام بھی کر دیا۔ ٹکٹ چونکہ مجھے سرکاری ملا اس لیے یہ آپ کی دی ہوئی رقم آپ کو واپس کر رہا ہوں...... یہ تھی دیانت' امانت کی ایک اور مثال۔

مولانا ندوی سادہ زندگی گزارتے تھے۔ مدرسہ کے اندر ہی سادہ سی رہائش تھی۔ سادہ کھانا پینا' سادہ کپڑے پہننا۔ ایک بائیسکل پاس تھی۔ شہر میں کسی بھی کام سے کہیں بھی اور کسی بھی شخص کے پاس جانا ہو۔ اپنی سائیکل سنبھالی اور چل دیئے۔

ایک زمانہ میں مسئلہ مہاجر قومیت پر اُن کے خیالات MQM کے الطاف حسین کے خیالات سے قریب تھے۔ مولانا نے مہاجر رابطہ کونسل بھی بنائی ہوئی تھی اور نصرت مرزا کے ساتھ مل کر ان نظریات کا پرچار کر رہے تھے کہ ہفت روزہ ''تکبیر'' کے مدیر صلاح الدین صاحب نے ان پر گرفت کی۔ پھر تو ''تکبیر'' کے صفحات پر اس مسئلہ پر مولانا اور صلاح الدین صاحب کے درمیان جواب اور جواب الجواب کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔ میں یہ سب پڑھتا رہا۔ اس دوران مولانا نے مہاجر رابطہ کونسل کی جانب سے مرتب کردہ ایک سوالنامہ مختلف حضرات کو ارسال کیا۔ ایک کاپی راقم کو بھی بھیجی۔ میں حج پر جانے کے لیے پابہ رکاب تھا۔ میں نے مولانا کو ایک مختصر سا عریضہ تحریر کیا کہ آپ کا سوالنامہ مجھے موصول ہو گیا ہے مگر میں حج پر جانے کے لیے پابہ رکاب ہوں۔ جواب سے معذور ہوں۔ ساتھ ہی یہ فقرہ بھی لکھ دیا کہ ''مولانا! ''تکبیر'' میں' میں مہاجر قومیت کے سلسلہ میں آپ کی اور صلاح الدین صاحب کی تحریریں پڑھتا رہا ہوں اور مجھے حسرت ہی رہی کہ کاش آپ کا موقف مضبوط ہوتا۔'' حج سے واپس آنے کے بعد جب مولانا سے ملاقات ہوئی تو محسوس ہوا کہ میرے اس فقرہ سے انہیں تکلیف ہوئی ہے...... یہ اُن کا ایک وقتی تاثر تھا لیکن بعد میں مجھ سے پہلے جیسی گرم جوشی ہی کے ساتھ ملتے رہے۔

اسی طرح کسی مسئلہ پر مولانا ندوی کی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب سے بذریعہ خطوط بحث شروع ہو گئی۔ مولانا اپنے نظریات میں پکے تھے اور لچک کے قائل نہیں تھے دونوں طرف سے زور دار خطوط لکھے گئے۔ آخری خط میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے اپنی طرف سے بحث ختم کرنے کا اعلان کر دیا بلکہ اتنے دل گرفتہ ہوئے کہ جوش میں آ کر آخر میں یہ تک لکھ گئے کہ میں یہ بحث ہی ختم نہیں کر رہا بلکہ آئندہ کے لیے اپنی ذاتی تعلقات بھی آپ سے ختم کر رہا ہوں۔ مولانا ندوی کو یہ پڑھ کر بہت ملال ہوا۔ مجھ سے اس کا ذکر کیا بلکہ میری خواہش پر تمام خط و کتابت مجھے دکھائی۔ یہ صورتحال کچھ عرصہ جاری رہی۔ ڈاکٹر اسرار احمد کو بھی احساس ہو گیا ہو گا کہ وہ جوش میں کیا کچھ لکھ گئے ہیں اور کچھ عرصہ کے بعد میں نے دیکھا کہ دونوں کے تعلقات پھر سے خوش گوار ہو گئے ہیں۔

مولانا ندوی مجھ سے عمر میں دس سال بڑے تھے۔ مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ کینیڈا جب سے گئے تھے دو تین بار پاکستان آنا ہوا۔ حیدر آباد میں زیادہ ٹھہرتے۔ کراچی دو ایک روز کے لیے تشریف لاتے تو بندہ کو ضرور یاد فرماتے۔ جن سے مل کر زندگی سے عشق ہو جائے وہ لوگ آپ نے شاید نہ دیکھے ہوں مگر ایسے بھی ہیں۔

مولانا کی ساری زندگی جس خلوص' تقویٰ' سادگی' بے غرضی سے گزری اس کی مثالیں اس زمانہ میں بہت کم ملتی ہیں۔ حیدر آباد ہی کے ایک درویش صفت' روحانی شخصیت' معلم' مصنف' مزکی اور مربی مولانا پروفیسر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں (وفات 25 ستمبر 2005) کا غم تازہ تھا کہ وہیں کے مولانا وصی مظہر ندوی صاحب بھی وہاں چل دیئے جہاں سب کو جانا ہے۔ تین ماہ کے وقفہ میں حیدر آباد کی دو عظیم شخصیتیں ہم سے جدا ہو گئیں۔

مولانا ندوی لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ وہیں پر تعلیم حاصل کی۔ تقریباً تمام عمر حیدر آباد (سندھ) میں گزاری اور کینیڈ (ٹورنٹو) میں جا کر دفن ہوئے۔

شمع بجھتی ہے تو اس میں سے دھواں اٹھتا ہے
شعلۂ عشق سیاہ پوش ہوا تیرے بعد

اور

مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

پس نوشت

مولانا وصی مظہر ندویؒ نے 82 برس کی عمر پائی اور ایک شاندار متحرک زندگی بسر کی۔ ضعیف العمری اور مختلف عوارض کے باوجود ٹورنٹو میں بھی وہ اپنے کام سے غافل نہیں رہے اور درس و تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ نیز ایک مقامی اردو اخبار میں ''عالمِ اسلام کی خبریں'' کے عنوان سے کالم تحریر کرتے رہے۔ عجیب اتفاق ہے کہ پیر مودودی اور مرید ندوی دونوں ہی نے دیارِ مغرب میں مکانی اعتبار سے قریب ہی قریب جان جانِ آفریں کے سپرد کی۔ ''نیاگرافال'' امریکہ اور کینیڈا کی سرحد پر واقع ہے۔ وہاں سے بفلو کا جتنا فاصلہ ہے' جہاں 1979ء میں مولانا مودودیؒ کا انتقال ہوا' تقریباً اتنا ہی فاصلہ ٹورنٹو کا بھی ہے جہاں مولانا ندویؒ نے 2006ء میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔

مولانا ندویؒ کے پس ماندگان میں بیوہ کے علاوہ دو بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ بڑا بیٹا سید قطب الدین حسن ٹورنٹو میں ہے جبکہ چھوٹا سید انس مجاہد حیدر آباد (سندھ) میں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے' مولانا کی مغفرت فرمائے' ان سے آسان حساب لے' ان کے حسنات کو قبول اور کوتاہیوں کو درگزر کرے' اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔ ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ' کل ہماری باری ہے

بقیہ: اداریہ

جنرل صاحب اس سے پہلے کہ آپ کی کمر بھی دیوار سے لگ جائے' آپ اللہ کی طرف رجوع کریں اور امریکہ کے خلاف مزاحمت اور پاکستان کے دفاع کے لیے اپنی عوام کا سہارا حاصل کریں۔ دہشت گردی کے خاتمے کی آڑ میں مسلمانوں پر جو تباہی و بربادی مسلط کی جارہی ہے اُس میں آپ دشمنوں کی صف سے نکل کر مسلمانوں کے اتحادی بنیں۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ زندگی موت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور خطرات سے کھیلنا میرا مشغلہ ہے۔ یہ مشغلہ صرف کالا باغ ڈیم اور بلوچستان آپریشن کے حوالہ سے ہی جاری نہیں رہنا چاہیے بلکہ اسلام دشمن قوتوں کے خلاف صف آرا ہو کر اپنا یہ شوق بھی پورا کریں۔ جو مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپ کا دینی فریضہ بھی ہے تاکہ آموں کے آم گٹھلیوں کے دام کی ضرب المثل اچھے انداز میں منطبق ہو سکے۔ لیکن اگر موجودہ پالیسی جاری رہی تو عوام یہ سمجھنے میں حق بجانب ہوں گے کہ امریکی بربریت کو صدر مشرف کی تائید حاصل ہے۔

☆لفظ ''حرام'' دو متضاد معنوں میں کیوں استعمال ہوتا ہے؟
☆توبہ کس وقت تک قبول ہوتی ہے؟ ☆کیا بیعت ہر شخص کے لیے ضروری ہے؟
☆نماز جنازہ مسجد سے باہر پڑھائی ہے' اندر کیوں نہیں؟

قارئین ندائے خلافت کے سوالات کے قرآن و سنت کی روشنی میں جوابات

س: قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان پر اُس کی حیثیت یا استطاعت کے مطابق بوجھ ڈالتے ہیں' اس حیثیت یا استطاعت کا معیار کیا ہے۔ (محمد فرحان ٹیپو)

ج: ہم تو یہ کر سکتے ہیں کہ اپنی امکانی حد تک اللہ کے احکام پر اتنا عمل کریں جتنی کہ ہمارے اندر استعداد ہے لیکن اگر عمل میں اپنی امکانی حد سے پیچھے رہ گئے تو پھر پکڑے جائیں گے۔ بعض اوقات حضورؐ جب بیعت لیتے تھے، تو فرما دیتے تھے کہ تم اس کے ساتھ یہ کہہ دو، جتنی بھی میرے اندر استعداد ہوگی میں اس بیعت پر کار بند رہوں گا۔ بہر حال اگر امکانی حد تک ہم نے عمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ ہمیں معاف فرما دے گا۔

س: قرآن و حدیث کی روشنی میں وضاحت کیجئے کہ ہر فرد کے لیے بیعت ہونا ضروری ہے یا نہیں؟ (ندیم ملک)

ج: عام طور پر لوگ بیعت سے پیری مریدی کی بیعت مراد لیتے ہیں۔ یعنی کسی شخص سے اس بنیاد پر اپنا ربط قائم کرنا کہ وہ شخص اللہ والا ہے' نیک ہے' متقی ہے اور دین کو سمجھتا بھی ہے۔ لہٰذا میں خود کو اس کے ساتھ وابستہ کر لوں تاکہ یہ میری راہنمائی کرتا رہے یا میری روحانی ترقی کے لیے مجھے اذکار اور اوراد تجویز کرتا رہے' مجھے بتائے کہ میں کیا ذکر کروں' کس طریقے سے کروں' وغیرہ۔ یہ بیعت ہمارے ہاں معروف ہے۔ اسے بیعت ارشاد یا بیعت تزکیہ نفس کہتے ہیں۔ اس قسم کی بیعت کے لیے ایک دلیل اور اساس بیعت عقبہ اولیٰ ہے۔ اس کے برعکس تنظیم اسلامی جس بیعت کی دعوت دیتی ہے وہ بیعت جہاد ہے۔ یعنی غلبہ دین کے لیے کسی جماعت میں شامل ہونے کے لیے بیعت کرنا کہ آپ جو حکم دیں گے میں مانوں گا' بشرطیکہ وہ شریعت کے خلاف نہ ہو۔ میری رائے اس کے خلاف ہو یا مجھے اپنے اوپر جبر کرنا پڑے میں بہر حال حکم کی تعمیل کروں گا۔ یہ بیعت بھی سنت سے ثابت ہے۔

اللہ کے دین کو غالب کرنے کی جدوجہد فرض ہے۔ اگر بندۂ مومن باطل اور طاغوت کے غلبہ کے تحت زندگی گزار رہا ہے تو اس پر یہ فرض ہے کہ باطل اور طاغوت کے غلبہ کو ختم کر کے دین حق کے غلبے کی جدوجہد کرے۔ اس جدوجہد کے لیے اُسے کسی ایسی جماعت میں شامل ہونا ہمارے نزدیک لازم ہے جو اقامت دین کی جدوجہد کر رہی ہو۔ اس جماعت میں شامل ہونے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے کسی ایسے بندے سے جس سے متفق ہو کہ اس کا طریقہ کار بھی صحیح ہے' اس کا کردار بھی اسلامی ہے۔ وہ راستہ بھی جانتا ہے۔ اب وہ اپنے آپ کو اس کے ساتھ منسلک کرے اور یہ عہد کرے کہ میں اس کا ساتھی ہوں، جو بات بھی وہ کہے گا میں مانوں گا بشرطیکہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف نہ ہو۔ یہ بیعت سمع و طاعت فی المعروف ہے' جو ایک حزب اللہ ایک اسلامی انقلابی جماعت کی تشکیل کے لیے ہے اور یہ بیعت ہمارے نزدیک لازم ہے۔

س: پاکستان میں علمائے کرام نماز جنازہ مسجد سے باہر کیوں پڑھاتے ہیں' حالانکہ مسجد حرام اور مسجد نبویؐ میں یہ مسجد کے اندر پڑھائی جاتی ہے۔ اور یہی طریقہ بہتر نظر آتا ہے۔ (عبدالواحد)

ج: نماز جنازہ مسجد میں بھی جائز ہے' جیسا کہ روایات سے ثابت ہے لیکن چونکہ احناف کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ کی ادائیگی مکروہ ہے' اس لیے اس سنت پر عمل نہیں ہوتا۔

س: لفظ ''حرام'' دو متضاد معنوں میں کیوں استعمال ہوتا ہے' مثلاً مسجد حرام' اور دوسرے یہ کہ فلاں فلاں چیزیں حرام ہیں؟

ج: لفظ حرام عربی لغت میں مقدس و محترم کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے اور ممنوع کاموں کے لیے بھی۔ لہٰذا بیت حرام سے مراد محترم گھر ہے۔ جبکہ فقہ میں جب حرام کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کام سے لازمی طور پر منع کیا ہے۔ یہ وجہ بھی ہو سکتی کہ چونکہ حرم مکی اور مدنی میں بہت سارے جائز کام بھی ممنوع ہو جاتے ہیں ۔جیسے شکار کرنا' اس لیے ان کو حرمین شریفین کہا جاتا ہے۔

س: توبہ کس وقت تک قبول ہوتی ہے؟ (محمد ارشد)

ج: اللہ کا بندہ موت سے پہلے جب بھی توبہ کرے' اللہ اسے قبول کرتا ہے۔ یعنی جب تک موت کے آثار شروع نہ ہوئے ہوں' جب تک سانس میں غرغراہٹ پیدا نہ ہو جائے' جو کہ نزع کے عالم میں ہوتی ہے اس وقت تک توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔

س: جو گناہ پورے شعور سے کیے گئے ہوں ان کی مغفرت کی دعا کن الفاظ میں مانگی جائے؟ (نسیم چودھری)

ج: معافی مانگنے کے لیے قرآن و حدیث میں بے شمار دعائیں موجود ہیں۔ مثلاً ''رَبِّیْ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا......'' یا وہ دعا جو حضرت آدمؑ اور حوا نے مانگی تھی ''رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ''۔ حضرت یونسؑ کی دعا بھی قرآن میں نقل کی گئی ہے: ''لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ''۔ یا استغفار کے یہ الفاظ بھی روایات میں ملتے ہیں: ''اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْهِ'' البتہ توبہ کے بارے میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ اُس کی تین شرطیں ہیں: (۱) دل میں گناہ پر حقیقی پشیمانی اور شرمندگی ہو، آدمی کو افسوس ہو کہ یہ کام میں نے کیوں کیا، یا کیوں کرتا رہا۔ (۲) عزم مصمم ہو کہ آئندہ میں ہرگز یہ کام نہیں کروں گا۔ (۳) آدمی گناہ کو بالفعل چھوڑ دے۔ اگرچہ توبہ کے بعد ہو سکتا ہے کہ پھر غلطی ہو جائے' پھر نسیان ہو جائے لیکن جس وقت توبہ کر رہا ہو اس وقت ان تین شرائط کو پورا کرنا ضروری ہے۔ توبہ تب ہی توبہ کہلائے گی۔ علاوہ ازیں اگر گناہ کا تعلق حقوق العباد سے ہو تو ان تین شرائط کے علاوہ چوتھی شرط کا پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ وہ یہ کہ اگر کسی کی حق تلفی کی ہے تو اس کی اگر تلافی کر سکتا ہو تو تلافی بھی کرے' مثلاً کسی کا مال ہڑپ کر لیا تھا اسے واپس کر دے۔ اس کے بغیر معافی نہیں ہوگی۔ اگر وہ فوت ہو چکا ہے' واپسی ممکن نہیں ہے' تو اس کے ورثاء کو واپس کرے' اگر ورثاء نہیں مل رہے تو اللہ کے راستے میں اس کی طرف سے خرچ کرے ورنہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اُس کی نیکیاں اس شخص کے حوالے کر دی جائیں گی جس کی حق تلفی کی گئی تھی۔ اگر وہ زندہ ہے تو آدمی جا کر اُس سے کہے کہ میں نے آپ پر تہمت لگائی تھی' میں معافی چاہتا ہوں۔ خدا کے لیے مجھے معاف کر دیں۔ یہ چوتھی شرط ہے جو حقوق العباد کے سلسلے میں ہے۔

کالم ''تفہیم المسائل'' میں سوالات بذریعہ ڈاک یا ای میل ایڈریس media@tanzeem.org پر بھیجے جا سکتے ہیں۔

تنظیم اسلامی لاہور وسطی کا ماہانہ اجتماع

تنظیم اسلامی وسطی لاہور کا ماہانہ نصف روزہ تربیتی و دعوتی اجتماع بروز اتوار 8 دسمبر صبح دس بجے 37۔حق سٹریٹ اُردو بازار لاہور منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز جناب شکیل احمد نے تلاوت قرآن حکیم سے کیا۔ اور راہ نجات کی روشنی میں سورۃ العصر کا ترجمہ و تفصیل بیان کی۔

اس کے بعد جناب محترم محمد اقبال رفیق شاہدرہ تنظیم نے محبت رسول پر احسن انداز میں گفتگو کی اور معراج کے واقعات بھی بیان فرمائے۔ جناب محترم رفیق عاصم بٹ صاحب نے حمدیہ اشعار سامعین کو پڑھ کر سنائے۔ جناب خالد مختار نے اسلامی نظریات میں باطل عقائد کی پیوندکاری کے موضوع پر چشم کشا گفتگو فرمائی۔ جناب مبارک گلزار نے بدعت کی حقیقت پر تفصیل سے گفتگو کی۔ جناب امجد محمود نے قرب الٰہی کے دو مراتب پر تفصیل سے گفتگو کی۔ امیر وسطی لاہور جناب مجیب الرحمٰن نے اپنا تفصیلی تعارف کروایا پروگرام کے آخری مقرر جناب محمد بن عبدالرشید رحمانی نے احسان کی کیفیت پیدا کرنے کا مسنون طریقہ سامعین کو بتایا۔ اس کے بعد نماز ظہر کی امامت پروگرام کے کنوینر نثار احمد خان نے کی۔ نماز کے بعد تمام رفقاء اور تنظیم و مسلمانوں کے لیے رب کائنات کی بارگاہ میں دعائیں مانگی۔ دعا کے ساتھ یہ تربیتی و دعوتی پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ اس تربیتی پروگرام میں تقریباً 47 رفقاء تنظیم و احباب نے شرکت کی۔ (مرتب: عبدالرحمٰن)

حلقہ بہاولنگر اور بہاولپور کا سہ روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ بہاولنگر و بہاولپور نے ایک سہ روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام کا فورٹ عباس میں اہتمام کیا۔ جس میں مرکز سے جناب رحمت اللہ بٹر صاحب ناظم دعوت اور جناب محمد اشرف وصی نائب ناظم دعوت نے شرکت کی۔ دعوتی سرگرمیوں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

30 دسمبر 2005ء بروز جمعۃ المبارک

جناب رحمت اللہ بٹر تقریباً 12 بجے جناب محمد منیر احمد امیر حلقہ کے ہمراہ فورٹ عباس پہنچے۔ بٹر صاحب نے خطبہ جمعہ بلدیہ والی مسجد میں دیا۔ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد خطبہ کے آغاز ہی میں مسجد میں آ گئی تھی۔ نماز عصر پر جامع مسجد ڈگیاں والی میں درس حدیث دیا اور بعد نماز مغرب اسی مسجد میں ''اللہ کا اپنے بندوں کے لیے پیغام'' کے عنوان سے خطاب ہوا۔

31 دسمبر 2005ء بروز ہفتہ

صبح تقریباً 4 بجے جناب محمد اشرف وصی لاہور سے فورٹ عباس پہنچے۔ بعد نماز فجر انہوں نے آدھ گھنٹہ پر مشتمل درس قرآن دیا۔ نو بجے سے دن ایک بجے تک جناب محمد اشرف وصی نے ایک مذاکرہ بعنوان ''عبادت رب'' کرایا۔ جس میں تقریباً 10 سے 15 رفقاء نے شرکت کی بعد نماز ظہر اور عصر مختصر درس حدیث ہوا۔ اور بعد نماز مغرب ''مومن کی ذمہ داریاں'' کے عنوان سے خطاب بھی فرمایا جس میں شہریوں کی ایک کثیر تعداد نے شرکت کی۔

یکم جنوری 2006ء بروز اتوار

بعد نماز فجر وصی صاحب نے مختصر درس قرآن دیا۔ ساڑھے آٹھ بجے سے ایک بجے تک محمد اشرف وصی صاحب نے ''منہج انقلاب نبوی'' کے موضوع پر اپنے مخصوص اور دلچسپ انداز میں مذاکرہ کروایا اور واپس لاہور کے لیے روانہ ہو گئے۔ ظہر اور عصر کی نمازوں کے بعد درس حدیث ہوئے اور مغرب کی نماز کے بعد انہوں نے اپنا آخری خطاب بعنوان ''سب نبیوں میں محمد ﷺ کا خاص مقام'' دیا۔ خطاب کے آخر میں تنظیم میں شمولیت کی دعوت بھی پیش کی۔ خطاب کے بعد تنظیم کا دعوتی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔ بعد نماز عشاء آپ واپس لاہور کے لیے روانہ ہو گئے اس طرح یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔

اس سہ روزہ پروگرام کو کامیاب بنانے کے لیے مختار احمد، محمد جمیل، مہر آصف، ضیاء احمد اور دیگر رفقاء کرام نے بھرپور حصہ لیا۔ اس میں شرکت کے لیے بہاولنگر، ہارون آباد، چشتی والا اور مروٹ سے رفقاء تشریف لائے تھے۔ پروگرام کے دوران شہر میں احباب سے اُن کے گھروں پر بھی ملاقات کی گئی۔ (رپورٹ: وقار اشرف)

نئے شامل ہونے والے رفقاء سے امیر حلقہ لاہور کی ملاقات

ماہ اکتوبر، نومبر اور دسمبر 05ء میں نئے شامل ہونے والے رفقاء سے امیر حلقہ کے تعارف کے لئے ایک پروگرام بروز اتوار 25 دسمبر 05ء کو صبح 10 بجے قرآن اکیڈمی لاہور میں منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن کے بعد امیر حلقہ نے تعارفی کلمات کہے۔ اس کے بعد رفقاء نے نام، تعلیم، پیشہ، رہائش، کب تنظیم میں شامل ہوئے اور تنظیم سے متعارف کیسے ہوئے کے عنوانات کے تحت اپنا تعارف کرایا۔ رفقاء کے تعارف کا یہ پروگرام بہت دلچسپ رہا۔ تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے اس تعارف کے بعد امیر حلقہ نے مائیک سنبھالا۔ انہوں نے ملٹی میڈیا کی مدد سے امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب اور مرکزی ٹیم کا تعارف کرایا۔ اس کے بعد رجسٹریشن نمبر کی تفصیل بتائی۔ حلقہ لاہور کی تنظیم کی جغرافیائی تقسیم اور ان کی مختصر تفصیل سے آگاہ کیا۔ حلقہ لاہور کے منفرد اسرہ جات کے بارے میں بھی حاضرین کو بتایا۔ اس کے دوران امیر حلقہ لاہور نے اپنا تعارف بھی کرایا۔ اور حاضرین کو بتایا کہ وہ کیسے تنظیم سے متعارف ہوئے اور شامل ہونے کے بعد انہوں نے کس انداز میں کام کیا۔ پون گھنٹہ کے اس پروگرام کے بعد شرکاء میں سے ایک نئے ساتھی نے چارٹ کی مدد سے فرائض دینی کا جامع تصور اور اس کے حوالے سے جہاد فی سبیل اللہ کے تصور سے شرکاء کو آگاہ کیا۔ ان کی یہ گفتگو 25 منٹ جاری رہی۔ اس پروگرام میں لاہور شہر کے علاوہ حلقہ لاہور کے منفرد اسرہ جات، اسرہ عارف والا اور اوکاڑہ کے رفقاء بھی شامل ہوئے۔ نماز ظہر کے بعد اجتماعی کھانے پر یہ پروگرام اختتام کو پہنچا۔

مرتب کردہ: (محمد یونس) معتمد حلقہ لاہور

فلک سیر (ٹورسٹ) ریزورٹ ساگز ریسٹورنٹ
ملم جبہ، سوات

9,600 فٹ بلندی پر واقع وادی سوات کے نہایت دلفریب اور پرفضا مقام **ملم جبہ** میں قیام و طعام کی بہترین سہولتوں سے آراستہ

جدید تعمیر شدہ شاندار ہوٹل

مینگورہ سے چالیس کلومیٹر کے فاصلے پر اور سیاحت کارپوریشن پاکستان کی چیئر لفٹ سے چار کلومیٹر پہلے کھلے اور روشن کمرے، نئے قالین، عمدہ فرنیچر، صاف ستھرے ملحقہ غسل خانے، اچھے انتظامات اور اسلامی ماحول

رب کائنات کی خلاقی و صناعی کے پلکیزہ و دلفریب مظاہر سے قلب و روح کو شاد کام کرنے کا بہترین موقع

تحریکی بھائیوں کے لئے خصوصی رعایت

فلک سیر کارپوریشن، جی ٹی روڈ، امانت کوٹ، مینگورہ سوات

فون دفتر: 0946-725056، ہوٹل: 0946-835295، فیکس: 0946-720031

ایران کا ایٹمی منصوبہ

ایرانی حکومت نے اعلان کیا ہے کہ نانتز میں واقع یورینیم انزجنٹ پلانٹ میں جوہری ایندھن کے سلسلے میں تحقیق دوبارہ شروع کر دی گئی ہے۔ ایرانیوں کا کہنا ہے کہ وہ ایٹمی ری ایکٹر بنا کر بجلی بنانا چاہتے ہیں تاکہ ملکی ضروریات پوری کی جا سکیں۔ امریکا‘ اسرائیل اور ان کے حواریوں کا دعویٰ ہے کہ ایرانی اپنے ایٹمی منصوبے کے ذریعے ایٹم بم بنانا چاہتے ہیں۔ ایرانی حکومت کے تازہ قدم سے وہ چراغ پا ہیں اور انہوں نے دھمکی دی ہے کہ وہ معاملہ سیکورٹی کونسل میں لے جائیں گے۔

ماضی کے تجربات نے ثابت کر دیا ہے کہ جنگ نہیں‘ مذاکرات مسئلے کا حقیقی حل ہیں۔ پھر ایران نے اب تک ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا جسے این پی ٹی معاہدے کی خلاف ورزی کہا جا سکے۔ اس بین الاقوامی معاہدے کے مطابق رکن ممالک پرامن مقاصد کے لیے ایٹمی منصوبہ شروع کر سکتے ہیں۔ ایرانی حکومت مسلسل بین الاقوامی ایٹمی توانائی ایجنسی سے تعاون کر رہی ہے اور اس کے انسپکٹروں کو تقریباً تمام ایرانی ایٹمی تنصیبات تک رسائی حاصل ہے۔ درج بالا حقائق کے باجود خصوصاً اسرائیل اور امریکا کا رویہ ظاہر کر رہا ہے کہ وہ ایران پر حملہ کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ نہایت سنگین اقدام ہو گا جس کے ذریعے تیسری جنگ عظیم چھڑ سکتی ہے۔

گیس کا منصوبہ خطرے میں

پچھلے دنوں یہ اطلاع آئی تھی کہ ایران سے پاکستان کے راستے بھارت تک گیس پائپ لائن بچھانے کا منصوبہ آخری مراحل میں ہے اور جون 2006ء تک قطعی شکل اختیار کر لے گا۔ بھارت کی معیشت ترقی کر رہی ہے‘ اس لیے اُسے گیس کی ضرورت ہے۔ بھارتی حکومت نے ایران سے گیس خریدنے کا منصوبہ بنا لیا جو دنیا میں گیس کے دوسرے بڑے ذخائر رکھتا ہے۔ یوں طے پایا کہ ایران سے بھارت تک پائپ لائن بچھائی جائے۔ لیکن درمیان میں دنیا کے چودھری صاحب آن ٹپکے۔

امریکا نے اپنے ایران‘ لیبیا سینکشن ایکٹ کے ذریعے امریکی کمپنیوں پر یہ پابندی لگائی ہوئی ہے کہ وہ ایران میں تیل و گیس کی صنعت میں سرمایہ کاری نہ کریں۔ مزید براں اگر کسی غیر ملکی کمپنی نے اس ایرانی صنعت میں 25 ملین ڈالر سے زائد سرمایہ کاری کی‘ تو اُسے امریکا میں کاروبار کرنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ ایک رپورٹ کے مطابق اس ایکٹ سے متاثر ہو کر بھارتی حکومت نے گیس پائپ لائن منصوبے سے نکلنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ منصوبہ سات ارب ڈالر مالیت کا ہے۔ اسے 2007ء میں شروع ہو کر 2011ء تک مکمل ہونا تھا۔ لیجیے جناب کھودا پہاڑ نکلا چوہا۔ ہم سمجھتے تھے کہ بھارتی حکومت اپنے فیصلے کرنے میں مجاز ہے لیکن معلوم ہوا کہ وہ بھی عالمی چودھری کی خوشنودی مدنظر رکھتی ہے۔

حامد کرزئی کی شکست

پچھلے دنوں نئی افغان پارلیمنٹ کے ایوان زیریں کے اسپیکر محمد یونس قانونی منتخب ہوئے۔ انہوں نے پروفیسر سیاف کو شکست دی جو کرزئی حکومت کے امیدوار تھے۔ قانونی کو 122 جب کہ سیاف کو 117 ووٹ پڑے۔ یونس قانونی افغانستان میں حامد کرزئی کے معاصر سمجھے جاتے ہیں۔ افغان صدارتی انتخابات میں ان کا نمبر دوسرا تھا۔ انہوں نے صدارتی انتخابات کے نتائج تسلیم کرنے سے انکار کر کے دھاندلی کا الزام لگایا تھا۔ امریکی اور اقوام متحدہ کے سفارت کاروں کے شدید دباؤ پر انہوں نے انتخابی نتائج تسلیم کیے تھے۔ موصوف کے انتخاب سے پارلیمان میں کرزئی حکومت کو شکست ہو گئی ہے جو یقیناً اس کے لیے زبردست دھچکا ہے۔

عراقی جنگ کے اخراجات

امریکا کے دو ممتاز ترین معاشیات دانوں نے اپنی تازہ تحقیق میں انکشاف کیا ہے کہ عراق جنگ پر امریکی حکومت کو ایک سے دو ٹریلین ڈالر خرچ کرنا پڑیں گے۔ کولمبیا یونیورسٹی کے جوزف سٹیگلز اور ہارورڈ یونیورسٹی کی لنڈہ بائمز کا کہنا ہے کہ سرکاری بجٹ بناتے ہوئے حکومت نے ان اخراجات کو شمار نہیں کیا جو آئندہ کئی برس تک ہوتے رہیں گے۔ مثلاً ہزاروں زخمی فوجیوں کا علاج معالجہ‘ میدان جنگ میں جنگی ساز و سامان کی فراہمی اور تیل کی بڑھتی قیمتیں جو جنگ کے باعث بڑھی ہیں اور جنہوں نے امریکی معیشت پر منفی اثرات مراتب کیے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ جوزف سٹیگلز نوبل انعام یافتہ معاشیات داں ہیں ان ماہرین کا کہنا ہے کہ عراق جنگ پر امریکا کم از کم ایک ٹریلین ڈالر ضرور خرچ کرے گا۔ امریکی حکومت فی الوقت 251 ارب ڈالر نقد اس جنگ کی بھٹی میں جھونک چکی ہے۔ مزید براں عراق میں جاری آپریشن رواں رکھنے کے لیے وہ ہر ماہ چھ ارب ڈالر ماہانہ خرچ کر رہی ہے۔ پاکستانی کرنسی میں یہ رقم تین کھرب ساٹھ ارب روپے بنتی ہے۔ یہ تمام رقم امریکی ٹیکس گزاروں کو ادا کرنی پڑ رہی ہے‘ اس لیے امریکا میں بے چینی بڑھ رہی ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ امریکہ دجالیت سے باز آ جائے۔

فلسطین میں پارلیمانی انتخابات

25 جنوری کو فلسطین کے مسلم اکثریتی علاقوں.....غزہ پٹی‘ مغربی کنارے اور مشرقی بیت المقدس میں پارلیمانی انتخابات کے سلسلے میں فلسطینی ووٹ ڈالیں گے۔ فلسطینی پارلیمان کی 133 نشستیں ہیں اور سات سو سے زیادہ امیدوار میدان میں اتر چکے ہیں۔ یوں تو چھ سیاسی جماعتیں ان انتخابات میں حصہ لے رہی ہیں تاہم اصل مقابلہ الفتح اور حماس کے مابین ہے۔ اس سے پہلے پارلیمانی انتخابات 1996ء میں ہوئے تھے‘ تب سے اسرائیل‘ فلسطینی مسئلے کے باعث وہ ملتوی ہوتے چلے آ رہے ہیں۔

یہ انتخابات اس لیے اہم ہیں کہ ان میں اسلامی جماعت‘ حماس بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہی ہے۔ پچھلے سال کے اوائل میں فلسطین میں بلدیاتی انتخابات منعقد ہوئے تھے۔ ان میں حماس کے امیدواروں نے اچھی خاصی تعداد میں کامیابی حاصل کی تھی۔ یوں حماس کے رہنماؤں کا حوصلہ بڑھا اور اب وہ پارلیمانی انتخابات لڑ رہے ہیں۔ خاص بات یہ ہے کہ بیشتر جائزوں کے مطابق حماس کافی نشستیں جیت لے گی۔ اس امر سے نہ صرف فلسطینی صدر محمود عباس کی حکومت پریشان ہے بلکہ اسرائیل‘ امریکا وغیرہ بھی تشویش میں مبتلا ہو گئے ہیں۔

محمود عباس انتخابات ملتوی کرانے کے لیے بہانے تلاش کرتے رہے۔ مثلاً جب اسرائیل نے اعلان کیا کہ مشرقی بیت المقدس میں ووٹنگ نہیں ہو گی‘ تو فلسطینی وزیر اعظم نے فوراً اعلان کر دیا کہ اس صورت میں انتخابات ملتوی ہو سکتے ہیں اس دوران الفتح پر یہ مصیبت آن پڑی کہ اس کے نوجوان رہنماؤں نے بغاوت کر کے اپنی سیاسی جماعت بنا لی۔ ان رہنماؤں کے رہنما مروان برغوتی ہیں جنہیں اسرائیل نے قید کر رکھا ہے۔

ہم فلسطین اتھارٹی کی حکومت اور اسرائیل و امریکا کے سر پر حماس کی فتح کا بھوت سوار ہے۔ حماس اسرائیل کو بحیثیت مملکت تسلیم نہیں کرتی اور اُسے غاصب حکومت قرار دیتی ہے۔ تجزیوں کے مطابق حماس غزہ کی پٹی میں زیادہ کامیابی حاصل کرے گی جہاں وہ مقبول ترین سیاسی جماعت ہے۔ الفتح کے بیشتر رہنما بے ایمان اور متکبر ہیں۔ اُن میں اقربا پروری عام ہے۔ دوسری طرف حماس نے عام لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لیے کئی فلاحی منصوبے شروع کر رکھے ہیں۔ اس کے رہنما بھی نچلے اور متوسط طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہی وجوہ کی بنا پر الفتح کی مقبولیت کم اور حماس کی بڑھ رہی ہے۔

بقیہ: کالم آف دی ویک

داخلی اور خارجی طور پر درپیش ہیں وہ ان سے کسی طور پر خوفزدہ یا مرعوب یا زیر بار نہیں ہیں۔ خود اعتمادی بڑی اچھی بات ہے لیکن سینیٹر جان میک کین کا بیان صدر کی خود اعتمادی اور پاکستان کی حاکمیت کی ہر قیمت پر حفاظت کرنے کے دعوے کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیا صدر مشرف یہ کہنے کے لیے تیار ہیں کہ آئندہ امریکہ کسی مبینہ جہادی یا القاعدہ کے کسی رکن اور لیڈر کے خلاف پاکستان کی حدود میں کارروائی کرے گا تو وہ اسے برداشت نہیں کریں گے؟ 9/11 کے بعد سے صدر مشرف ہمیشہ یہ دعویٰ کرتے رہے ہیں کہ انہوں نے امریکہ کے ساتھ جو بھی تعاون کیا ہے وہ پاکستان کے مفاد میں اور اس کی حاکمیت کے تقاضوں کے احترام کے دائرے کے اندر کیا ہے۔ اب باجوڑ کا واقعہ ایک مفہوم میں ان کے لیے ایک ٹیسٹ کیس کی حیثیت رکھتا ہے۔ اندریں حالات ضروری ہے کہ حکومت پاکستان بلکہ صدر مشرف بذات خود امریکہ سے اپنے تعاون کی حدود واضح کریں اور اپنے دعوے کا ثبوت بھی پیش کریں کہ وہ پاکستان کی حاکمیت کے منافی کسی سرگرمی کو قبول یا برداشت نہیں کریں گے خواہ اس کا صدور امریکہ یا اس کی ایجنسیوں ہی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔

قاضی حسین احمد نے ایک تفصیلی انٹرویو میں یہ کہا ہے کہ پاکستان میں پائی جانے والی بہت سی خرابیوں کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ تمام فیصلے فرد واحد کے گرد گھوم رہے ہیں۔ انہوں نے تو اور بھی بہت سے خدشات اور الزامات کا اعادہ کیا ہے لیکن صدر مشرف اگر ان کے اس الزام کو بے بنیاد سمجھتے ہیں کہ تمام بڑے بڑے فیصلے فرد واحد کر رہا ہے تو انہیں (دوسری باتوں کے علاوہ) امریکہ سے اپنے اور پاکستان کے تعلقات پر قوم کو اعتماد میں لینا چاہئے۔ سی این این اور آئی بی این کے انٹرویو میں یہ کہہ دینے سے کہ مسلح افواج کی قیادت سو فیصدی، سیاسی جماعتوں کی ایک قابل لحاظ تعداد اور میڈیا کا بہت بڑا حصہ میری تمام پالیسیوں سے متفق ہے بلکہ ان کا پرجوش حامی ہے، پاکستان کے باخبر اور باشعور حلقوں کو مطمئن نہیں کیا جا سکتا۔ باجوڑ ایجنسی کے تازہ سانحے نے ایک موقع پیدا کر دیا ہے کہ صدر مشرف اپنی امریکہ پالیسی اور اس ملک کے ساتھ اپنے تعاون کی حدود پر بھرپور انداز میں روشنی ڈالیں تاکہ باشعور پاکستانیوں کے دلوں اور دماغوں میں جو اندیشے اور وسوسے پائے جاتے ہیں ان کا ازالہ کرنے کی کچھ تو کوشش ہو سکے۔ سینیٹر جان میک کین کا سی بی ایس سے تازہ انٹرویو صدر مشرف کے لیے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔ کیا وہ اس کا ترکی بہ ترکی اور دوٹوک جواب دینے کی زحمت گوارا کریں گے؟

مسلمان مردوں کے جدید نام

زبان اور لباس کی طرح انسان کا نام بھی اس کی ''پہچان'' کا ایک ذریعہ ہے۔ نام فرد کے مذہب، خاندان، وطن اور اس کی ذات و تہذیب تک کا پتہ دیتا ہے۔ ہندو، سکھ، عیسائی وغیرہ فوراً اپنے نام سے علیحدہ پہچانے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کی بھی اپنی ایک جدا پہچان ہے۔ ان کے ناموں میں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ، پاک رسولوں کے نام، آئمہ کرام، شہدائے کربلا اور دیگر عظیم اسلامی تاریخی شخصیات کے اسمائے گرامی شامل ہوتے ہیں۔ افسوس کہ مغرب پرستی کے سبب کچھ عرصے سے مسلمانوں کی ایک اچھی بڑی تعداد نے اس روش کو ترک کر دیا ہے اور بیٹے کے نام کے ساتھ مسلمان کی پہچان والے تمام ضروری الفاظ ختم کئے جا رہے ہیں۔ اس طرح مسلمانوں کا علیحدہ تشخص مجروح ہو رہا ہے اب مسلمان نوجوانوں کے نام آہستہ آہستہ دین کے تعلق سے محروم ہوتے جا رہے ہیں۔ بے شک بیٹے کے نام کے ساتھ والد کا نام لگانا عربیہ طریقہ یا رواج ہے لیکن اس صورت میں ہمیشہ درمیان میں ''بن'' کے بغیر بیٹے اور باپ کا ساتھ ساتھ جڑا ہوا نام نہ صرف بے معنی ہے بلکہ بسا اوقات مضحکہ خیز بھی ہو جاتا ہے اور کئی دفعہ بورڈز اور یونیورسٹیاں ایسے مغالطہ آمیز ناموں کے حامل طلبہ کو زنانہ کی جگہ مردانہ اور مردانہ کی جگہ زنانہ سینٹرز الاٹ کر دیتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب تمام سرکاری فارموں میں سب سے پہلے ''جنس'' کا اظہار کرنا ضروری ہے اور ہمارے دشمن ہمارے جدید ناموں سے خوش ہیں اس لئے کہ ان ناموں سے مذہبی وابستگی کا اظہار نہیں ہوتا اور اس طرح مسلمانوں کا علیحدہ ''تشخص'' ختم ہوتا نظر آ رہا ہے۔ ہمیں خبردار رہنے کی ضرورت ہے۔

(سید مظہر اعلیٰ ادیب)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور کے کشمیری خاندان کی 22 سالہ بیٹی تعلیم میٹرک کے لیے دینی مزاج کے حامل گھرانے سے رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ: سردار اعوان فون: 5869501-3

☆ مرکزی انجمن خدام القرآن کے رکن گورنمنٹ آفیسر کو اپنے 19، 21 سالہ انڈر گریجوایٹ دراز قد، کاروباری گوجرانوالہ اور حافظ آباد میں مقیم دو بیٹوں اور ایک 23 سالہ بیٹی کے لیے سادہ لوح، دیندار، توحیدی رشتے (ذات پات سے بالاتر) مطلوب ہیں۔

تفصیلی واقفیت کے لیے رابطہ:

0547-521665 0320-5645892

بقیہ: یادوں کی تسبیح

فوراً تیار ہو گئے۔ میں نے سوچا تھا کہ خورشید احمد بھائی جو ناظم کراچی ہیں، وہ اس کام میں بھی ہماری قیادت کریں گے لیکن وہ گھر بیٹھے رہے۔ دراصل ان کا مزاج یہ تھا ہی نہیں۔ گھر یا دفتر میں بیٹھ کر رفقاء کار کو احکامات دینا اور بات ہے جبکہ فیلڈ میں جا کر کٹھن کاموں کو کرنا بالکل دوسری بات۔ مجھے پہلی بار ایک دھچکا سا لگا۔

خیر ہم تینوں گھٹنوں گھٹنوں پانی میں سے گزر کر بھیگتے بھاگتے پیدل ان رفقاء کے گھروں تک پہنچ گئے جو خورشید بھائی کے گھر سے بہت دور تھے۔ ان لوگوں کی حالت واقعی قابل رحم تھی۔ قریب کے کوارٹروں میں وہ لوگ اپنا سامان وغیرہ منتقل کر رہے تھے۔ ہم نے ان کی مدد کی، ہاتھ بٹایا اور جو کچھ ہو سکا وہ کیا۔ پیسے اس وقت ہمارے پاس تھے نہیں کہ ہم فوری طور پر ان لوگوں کے خورد و نوش کا انتظام کرتے۔ یہ جو کچھ ہم نے کیا، ہم پر فرض تھا۔ تف ہے ہماری زندگی پر کہ ہم کسی کو دینی بھائی کہیں اور جب وہ مصیبت میں گھرا ہو تو کوئی مدد تک نہ کریں اور پہلو بچا جائیں، لیکن جب اس سے ملاقات ہو تو اس کی خیر و عافیت پوچھنے میں نہایت گرم جوشی کا اظہار کریں۔ یہ چیز عام لیڈران پر تو جچتی ہے لیکن تحریک کے کسی بھی سطح کے رہنماؤں پر نہیں ... بالکل نہیں۔

آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا

(جاری ہے)

دعائے مغفرت

☆ لاہور کینٹ کی رفیقہ تنظیم محترمہ فرزانہ حیدر کی والدہ گزشتہ دنوں انتقال فرما گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی فیصل آباد غربی کے ملتزم رفیق ڈاکٹر فیض رسول کی والدہ محترمہ اور مبتدی رفیق محمد آصف کے چچا محترم قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

☆ رفیق تنظیم حلقہ بلوچستان جناب محمد ادریس کی والدہ محترمہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

☆ رفیق تنظیم اسلامی جناب ارشد حسین کی والدہ رحلت فرما گئی ہیں۔

☆ محمد ارشد اقبال میاں رفیق تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کے والد محترم قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئے۔

☆ رفیق تنظیم گلستان جوہر ثناء الحق کے والد رحلت فرما گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت اور لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء و احباب سے مرحومین اور مرحومات کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

Vol: 15 Regd. No. LRL -50 No. 3

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

View Point

Abid Ullah Jan
(e-mail: abidjan@tanzeem.org)

Long Live Pakistan Under the US bombing Raids

Aircraft from Afghanistan have once more attacked Pakistan killing 18 Pakistanis in remote villages. Even non-US sources, such as Al=Jazeera has adopted the tone of embedded journalists, telling the world that the US attack on Pakistan killed 18 people in "a village stronghold of pro-Taliban Islamists."

The incident in Bajaur tribal region on December 13 came days after Pakistan lodged a useless protest with US-led forces in Afghanistan, saying cross-border firing in the nearby Waziristan area last weekend killed eight people. A Pakistani intelligence official said two aircraft had come in from Afghanistan and fired two or three missiles. Where is the US military spokesman, Lieutenant-Colonel Jerry O'Hara, followed the foot-steps of his liar commander-in-chief and said there were no reports of US forces operating in the Damadola area.

This incident is yet another evidence that Musharraf has made Pakistan a big loser after September 11 with the misconception that it had no option except bending backwards to the US demands. His mantra: Pakistan had no option. It either had to join the US aggression or invite Bush's wrath. Had Musharraf hesitated, the Americans would have clobbered Pakistan's military and 'strategic' assets and allowed India to attack. By siding with Bush, Pakistan has been saved from American anger and its own "extremists." It has also been able to break out of its isolation and rejoin the international mainstream.

However, do we see any signs of such successes? Did the United States spare Pakistan? Are not our troops and people dying? The "president house" might be safe, but are the rest of homes in Pakistan safe from the American aggression? No one cares to answer a simple question. What would Pakistan have lost if it had chosen to negotiate the fine print of our cooperation with the US? Even America's European allies—with the exception, of course, of Britain—took some time to make up their minds before rushing in with offers of help. Would Pakistan have been declared international terrorists if the spineless Musharraf had negotiated with some toughness instead of being dazzled by the sudden attention he started getting? Now that the euphoria has gone, what do Musharraf and his minions have to show for his caving in? Musharraf got his exclusive dinners with Bush and Blair and accolades from Zionist groups and Islamophobes. Beyond that, what did he get? The nation is facing what he wanted to avoid: aggression of the United States of American.

Pakistan didn't face such bloody air strikes even when it based and trained anti-Soviet occupation forces in Pakistan and used Pakistan as a launching pad for what was pure terrorism to the Soviet supported government in Afghanistan.

From a systemic perspective, 9/11 helped Washington establish its military presence in Pakistan and also re-establish the "red lines" that had disappeared after the collapse of the Soviet superpower, impelling Washington to restrain its Pakistani client state. The key factor in all these developments is Musharraf. The situation could be totally different under a civilian government or a General who was not keen in self-promotion at the cost of the survival of Pakistan.

Pakistani nation is now facing double wrath: the wrath of its own armed forces and the wrath of the US aggression. The nation might have faced at least the aggression from outside, had Musharraf decided not to join the United States in its war of aggression on Afghanistan. Now it has to reel under the occupation of its own armed forces as well as withstand the worst of the US onslaught.

The line between independence and occupation of Pakistan by its own armed forces is getting finer with each passing day. The cost of weakness on the part of the military leadership is now confirmed as an occupation without a military conquest. Pakistan has, unfortunately, become the first victim of this new kind of occupation—a model of a "failed state" perfectly controlled from outside with curtailed sovereignty and limited freedoms. Do we see any difference between the Karzai and Musharraf regime? In the Afghanistan, the US forces go out and bomb Afghanis to death as and when they like. The same are they doing in Pakistan.

The only difference between the US occupation of Iraq, for instance, and Pakistan is that the collaborating military in Iraq is under training. In Pakistan, the US has found a well-trained and well-established army to serve its objectives for free. However, even this is not the end of the story. The general has to surrender more because despite his regime's wholehearted sacrifice of all the principles of justice and the norms of independent states, American analysts, such as Leon T. Hadar of the Cato Institute, consider Pakistan "with its dictatorship and failed economy" a "reluctant partner" and a "potential long term adversary."

Therefore, instead of friendship or partnership on the pattern of India-US relations, occupation is a must and here the Pakistani nation is: fully occupied. Like any other occupied territory, dictatorship is in full swing in Pakistan. Besides being bombed by the US, now on regular basis, hundreds of people, pointed out by the intelligence of occupation forces, are routinely rounded up in order to placate Washington.

Pakistan's occupation by its own military will continue in one form or another until it breathes its last, for the simple reason that the nation itself is half-dead. A substantial part of a nation dies the day its people start dying for others against their will. The soul of a nation is fatally wounded the day its armed forces start leading it in a battle against its raison d'être. Eliminate a nation's purpose, and you extinguish its spark of life. The country that acquiesces in evil can hardly hope to enjoy the benefits of goodness. No one draws freedom or life from a land of oppression and death.

The author's latest book: "The Musharraf Factor: Leading Pakistan to Inevitable Demise," thoroughly analyzes the issue of Pakistan's occupation by its own armed forces and the United States.